Fikr-o-Nasar (Islamabad) 24:2 (1986)

فقه اسلامی میں عاقلہ کا نظریہ

دکتور عوض محمد عوض
ترجمہ : غلام مرتضی آزاد

تمہید:

قتل اور جسمانی ضرر رسانی میں دیت کو واجب قرار دینے اور عاقلہ پر اس کی ادائیگی عائد کرنے کا نظام اسلام سے پہلے موجود اور مروج تھا، اسلام نے اس کو برقرار رکھا ، جیسے کہ دیگر مکارم اخلاق کو ، اور اس سے اسلام کی قدر و عظمت میں کوئی کمی نہیں ہوئی ۔ اسلام اس لئے نہیں آیا کہ معاشرہ کی بنیادوں کو یکسر مسمار کرکے اس کے کھنڈرات پر از سر نو تعمیر کرے جس کا ان کی فطرت اور طریق معاشرت کے تقاضوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو ۔ چنانچہ اسلام نے مروجہ عادات ورسوم میں سے صالح اور مفید کو برقرار رکھا، جو مضر تھا اس کو حرام قرار دیا اور جس میں ترمیم اور اصلاح کی ضرورت تھی اس میں ترمیم اور اصلاح کر دی (۱) ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جاھلیت کے ان تمام رواجوں کو برقرار رکھا جو قابل تعریف تھے یعنی اچھی عادات اور اعلی اخلاقی روایات (۲) جن میں سے دیت اور عاقلہ یعنی خطاکار شخص کے قبیلہ پر اس کی ادائیگی کی ذمہ داری کا نظام بھی ہے ۔

عاقلہ خطاکار شخص کے وہ متعلقین ھیں جو اس کے ساتھ ایک معین تعلق کے سبب، اس کے فعل سے، مقتول یا مضروب کو لاحق

ہونے والے ضرر کی بنا پر عائد شدہ دیت کے تحمل اور اس کی ادائیگی کے پابند ہوتے ہیں ۔ قرآن نے دیت کا قانون دیا اور سنت نے اس کے بیشتر احکام کی تفصیل کر دی تاہم عاقلہ کے بارے میں قرآن میں صراحتاً ذکر نہیں مگر اس کے بارے میں معتمد احادیث موجود ہیں ، اگرچہ ان کی تعداد قلیل ہے ۔ فقہاء نے اس مسئلہ پر خاص توجہ دی اور نصوص کی قلت کے باوجود ایک مکمل نظریہ پیش کیا جس کیلئے انہوں نے احادیث کے علاوہ کلیات و قواعد عامہ سے بھی مدد لی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بیشتر تفصیلات کے بارے میں ہمیں ان کے درمیان کچھ اختلاف محسوس ہوتا ہے اور بعض اوقات اس نظریہ اور اس کی بنیاد کے بارے میں بھی ۔

عقل کے لغوی معنی بندش اور منع کرنا ہیں ، اسی لئے جو ذہنی قوت انسان کو برے کام سے روکتی ہے اس کو عقل کہتے ہیں ۔ حرکت کرنے اور چلنے پھرنے سے روک دینے کو اعتقال اور محفوظ و قلعہ بند مکان کو معقل کہتے ہیں ۔ چنانچہ فقہی اصطلاح میں عقل بمعنی دیت اسی سے ماخوذ ہے اس لئے کہ یہ ولی مقتول کی زبان کو بند کرتی اور خون ریزی سے روکتی ہے ۔ بعض لوگوں نے اس کی یہ وجہ بتائی ہے کہ دیت کے اونٹ ولی مقتول کے صحن میں باندھ دیتے تھے اس لئے دیت کو عقل کہنے لگے ۔ عقل کا اطلاق دیت پر بھی ہوتا ہے اور تحمل دیت پر بھی ، پس کسی شخص کے عاقلہ وہ لوگ ہیں جو اس کی خطا کی بنا پر عائد دیت کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور یہی ہماری بحث کا موضوع ہے ۔

جمہور فقہاء عاقلہ کے قائل ہیں اگرچہ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے ۔ لیکن اس کے قائلین کے مابین بھی اس کی ماہیت و اساس اور اس کے بیشتر احکام کے بارے میں اختلافات ہیں ۔ ہم سب سے پہلے اس کے مبدأ و ماخذ اور اس کے بارے میں اختلافات کو

بیان کریں گے ۔ پھر اس کے قائلین کے نزدیک اس کی اصل و اساس پر غور کریں گے اس کے بعد مختلف فقہی مذاہب کی رو سے اس کے احکام کی وضاحت کریں گے اور آخر میں نظام عاقلہ میں تبدیلی اور اسلامی قوانین کی تشکیل کے تحت اس کی جدید عصری تقاضوں کی متضمن تنظیم کے بارے میں اپنا تصور پیش کریں گے ۔

عاقلہ پر دیت عائد کرنے کی بنیاد اور اختلاف :

تعاقل یعنی اپنے قرابت دار پر عائد شدہ دیت کو باھمی تعاون سے ادا کرنے کا مسئلہ ان دینی امور میں سے شمار نہیں ھوتا جو بلا استنباط اور بالضرورت سب کو معلوم ھوتے ھیں یہی وجہ ہے کہ اس کی مشروعیت کی اساس کے بارے میں تمام فقہی مذاھب کے اجماع کے باوجود فقہ میں وہ لوگ بھی ھیں جو اس کا انکار کرتے ھیں ۔ چنانچہ عثمان بتی سے اس کا یہ قول مروی کہ میں نہیں جانتا عاقلہ کیا ہے (۳) ۔ اسی طرح ابوبکر الاصم اور ابن علیہ اور خوارج کی اکثریت نے اس کا انکار کیا ہے (۴) ۔

منکرین عاقلہ کی رائے یہ ہے کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے اپنے مال سے ادا ھوگی ، دوسرے متعلقین پر یہ ذمہ داری عائد نہیں ھوتی اس لئے کہ اسلام میں اصولی طور پر شخصی مسئولیت ہے پس عاقلہ کو ادائیگی دیت کا ذمہ دار قرار دینا اس اصول کی خلاف ورزی ہے ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ,,ولا تزروازرة وزراخری،، اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورمثہ سے فرمایا تھا کہ بیٹے کے جرم کا تو ذمہ دار نہیں تیرے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں ۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ عاقلہ کا نظریہ خلاف القیاس ہے اس لئے کہ مالی نقصان میں تاوان کی ادائیگی صرف مجرم پر عائد ھوتی ہے ، نہ کہ اس کے متعلقین پر لہذا جانی نقصان میں یہ ذمہ داری بطریق اولی مجرم پر عائد ھونی چاھیئے (۵) ۔ ان

دلائل کے باوجود منکرین عاقلہ کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ اس کا اعتبار نہیں جب کہ تمام فقہی مذاہب عاقلہ کی مشروعیت پر متفق ہیں جس کیلئے ان کے پاس حسب ذیل نقلی اور عقلی دلائل ہیں۔

عاقلہ پر دیت کی شرعی دلیل :

جمہور فقہاء کے پاس شرعی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالی ,,وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مومنة ودیة مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا " ، اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو (ابتداءً) قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خونبہا ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالہ کر دی جائے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں ، ، میں دیت کی ادائیگی کو واجب قرار دیا گیا ہے مگر اس بات کی تعیین نہیں کہ دیت کون ادا کرے گا البتہ سنت نے اس کو بیان کیا ہے اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری عاقلہ پر ڈال دی ہے۔ چنانچہ کتب حدیث میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ کی شاخ کے عاقلہ کا اندراج کیا ۔ نیز ابوھریرہ و مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ دو عورتیں لڑ پڑیں ایک نے کوئی پتھر یا خیمے کا ڈنڈا اٹھا کر دوسری کو مارا جس سے مضروبہ مر گئی اس کے پیٹ میں جنین تھا وہ بھی مر گیا۔ آپؐ نے مقتولہ کی دیت اور جنین کی غرہ یعنی نصف عشر دیت کی ادائیگی قاتلہ کے عاقلہ پر عائد کی ان میں سے ایک بولا انغرم دیة من لا شرب ولا اکل ولا نطق ولا استهل ، فمثل ذلک یطل ، کیا ہم اس کا تاوان دیں جس نے نہ پیا نہ کھایا ، نہ بات کی نہ شور مچایا ، یہ خونِ رائیگاں ہوا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا قافیہ بندی کر رہے ہو۔ چنانچہ آپؐ نے ان پر دیت

عائد کی ۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتولہ کی دیت کی ادائیگی کا بار برداشت کرنے پر اس شخص نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا البتہ جنین کی چھوٹی دیت ادا کرنے پر اسے تعجب ہوا اس لئے کہ شاید عربوں کے ہاں اس کا رواج نہ تھا یا کم از کم اس قبیلہ کے لوگ اس سے ناواقف تھے۔

جمہور فقہاء کے پاس عقلی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں خطأً معاف ہے پس خطأً کا قاتل معذور ہے لیکن اس کی وجہ سے خون رائیگاں نہیں جائے گا لہذا شریعت نے دونوں باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے قاتل سے قصاص کو معاف کر دیا کہ وہ معذور ہے اور دیت کی ادائیگی کو لازم قرار دیا کہ خون رائیگاں نہیں ہے۔ اصل میں ہونا تو یہی چاہیئے تھا کہ قاتل خود ہی دیت ادا کرے اور یہ اس کے اپنے مال سے وصول کی جائے مگر وہ بھی تو معذور ہے اس نے جان بوجھ کر تو قتل نہیں کیا بس اس سے ایک غلطی سرزد ہو گئی لیکن اس کی بنا پر جو دیت واجب الاداء ہوتی ہے وہ مال کثیر ہے۔ مزید برآں یہ کہ غلطی کے بعد پھر غلطی سرزد ہو سکتی ہے لہذا اس پر اس قدر مالی بوجھ نہ ڈالنا چاہیئے کہ وہ بالکل تباہ حال اور تہی دست ہو جائے (۷) ۔ چنانچہ سرخسی نے کہا ہے کہ جس سے خطأً قتل سرزد ہوا اس پر ناقابل برداشت مالی بوجھ ڈالنا گویا اس کو سزا دینا ہے حالانکہ وہ معذور ہے اور اس کو سزا معاف ہے لہذا شریعت نے عاقلہ کو بھی اس بوجھ کی برداشت میں اس کے ساتھ شامل کر دیا اور کسے خبر کہ وہ کبھی اس جیسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا اور دوسروں کی اعانت کا محتاج نہ ہوگا ۔ اس لئے اسے چاہئے کہ مبتلائے مصیبت کی امداد کرے تاکہ بوقت ضرورت اس کی امداد کی جائے اور یہی دستور ہے جس پر لوگ کاربند ہیں ۔ اللہ کے لئے گواہی دینے والی اور عدل و انصاف ، تقویٰ اور نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے کی مددگار امت کا یہی نشان ہے (۸) ۔

تحمل دیت اور مسئولیت :

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ جمہور فقہاء عاقلہ کے قائل ہیں لیکن اس کی ماہیت کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا یہ نظریہ مسئولیت اور ذمہ داری کے اصولوں سے متعارض ہے یا نہیں اور مسئولیت کا مسئلہ ان بنیادی مسائل میں سے ہے جن پر اسلامی شریعت قائم ہے ۔ چنانچہ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ ان دونوں کے درمیان تعارض ہے اور ادائیگی دیت میں عاقلہ کی ذمہ دارانہ شمولیت اس اصول کے خلاف ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ,,ولا تزر وازرۃ وزراخری ،، تاہم از روئے احادیث عاقلہ کی ذمہ دارانہ شمولیت آیت کریمہ میں بیان کئے گئے عام اصول سے مستثنی ہے اس لئے کہ اس میں مصلحت ہے ۔ اسی رائے کو ابن رشد(۹) ابن قدامہ(۱۰) ، ابن حزم(۱۱) اور شوکانی (۱۲) نے اختیار کیا ہے ۔

دیگر فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دیت کی ادائیگی عاقلہ پر واجب ہے اگرچہ عام اصول کے تحت جس نے نقصان کیا یا ضرر پہنچایا وہی اس کا تاوان یا عوضانہ ادا کرے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قاتل کی ذمہ داری عاقلہ پر ڈال دی گئی اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ محض اس کے ارتکاب فعل کے سبب عاقلہ دیت کی ادائیگی کے پابند ہو گئے ہیں ۔ درحقیقت دیت کا وجوب ابتداءً خطا کار پر ہے اور عاقلہ خالصتاً جذبہ ہمدردی و غمخواری کی بنا پر اس بوجھ کو برداشت کرتی ہے ، اس لئے کہ آیت ,, وما کان لمؤمن .....،، کا مخاطب قاتل ہے نہ کہ عاقلہ اور دیت کے وجوب کا سبب ارتکاب قتل ہے پس جس نے اس کا ارتکاب کیا وہی ذمہ دار ہے نہ کہ عاقلہ اور دیت کی ادائیگی ابتداءً اسی پر واجب ہے ۔ اس ذمہ داری کو برداشت کرنے میں عاقلہ کی شمولیت صرف غمخواری دستگیری اور ہمدردی کی بنیاد پر ہے (۱۳) ۔

اس میں ایک تیسرا نقطہ نظر بھی ہے وہ یہ کہ عاقلہ ذمہ دار ہے اس کوتاھی کی بنا پر کہ اس نے اپنے آدمی کی نگرانی اور پاسبانی کیوں نہ کی پس ان پر مال کی ادائیگی واجب ہے تاکہ اپنے بیوقوفوں کو قابو میں رکھیں (۱۴) ۔ عاقلہ کو ذمہ دار قرار دینے پر اعتراض کرنے والوں سے کاسانی پوچھتا ہے، تم کیسے کہتے ہو کہ عاقلہ پر بے گناھی کے باوجود ذمہ داری ڈالی گئی ہے ؟ حالانکہ قاتل کو قابو میں رکھنے کی ذمہ داری ان پر عائد ھوتی ہے اور جب انہوں نے کوتاھی کی تو گناہ گار ٹھہرے ۔ یوں بھی اپنے قبیلہ کی پشت پناھی کے بغیر کون قتل کرتا ہے پس وہ اس کے ساتھ برابر کے شریک ھوتے ھیں (۱۵) ۔ لیکن اس قول کی صحت محل نظر ہے اس لئے کہ عاقلہ کو ھمدرد و غمخوار ٹھہرانے اور گناہ گار قرار دینے کے درمیان تضاد ہے نیز یہ کہ اگر اپنے بیوقوف کو قابو میں نہ رکھنے کی بنا پر عاقلہ ذمہ دار ہے تو پھر قتل عمد میں بھی اس پر دیت کی ادائیگی واجب ھوتی ہے بلکہ ہر قسم کے نقصان کے تاوان میں حالانکہ متفقہ طور پر ایسا نہیں ۔

عاقلہ (میں) کون (لوگ شامل) ھیں :

جاھلی رواج کے مطابق ایک شخص کا قبیلہ اس کا عاقلہ تھا اسلام نے اس رواج کو بحال رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسی پر عمل ھوتا رھا ۔ یہاں تک کہ عمر بن الخطابؓ کی ولایت کا زمانہ آیا اور انہوں نے دیوان مرتب کئے تو دیت کی ادائیگی اھل دیوان پر عائد کر دی ۔ فقہاء نے عاقلہ کی تعیین کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عصبہ عاقلہ ھیں لیکن دیوان کے عاقلہ ھونے پر سب کا اتفاق نہیں نیز بے عاقلہ شخص پر عائد دیت کی ادائیگی کا مسئلہ بھی ان کے درمیان مابہ الاختلاف ہے ۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر خطا کار اہل دیوان سے ہے تو اہل دیوان اس کے عاقلہ ہیں ورنہ اس کا قبیلہ یعنی نسبی قرابت دار۔ آزاد شدہ غلام اور دیگر سببی قرابت داروں اور موالی پر عائد دیت ظاہر الروایہ کی رو سے بیت المال پر ہے اور ابوحنیفہ کے قول کے مطابق خطا کار کے اپنے مال پر، بیت المال اس کا ذمہ دار نہیں (١٦)۔

مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جانی خطا کار کا عاقلہ اس کا اپنا قبیلہ ہے یعنی نسبی قرابت دار جو اس کا عصبہ ہیں ورنہ اس کے موالی یعنی سببی قرابت دار اس کے عاقلہ ہیں اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو بیت المال بشرطیکہ مسلمان ہو۔ مالکیہ کی کتابوں میں ایک اور قول بھی مروی ہے جس کی روسے اگر خطاکار اہل دیوان سے ہو اور وظیفہ خوار ہو تو اہل دیوان اس کا عاقلہ ہیں لیکن اگر اس کا نام اہل دیوان کی فہرست میں نہ ہو یا اس کا وظیفہ بند ہو چکا ہو تو پھر دیت اس کے قبیلہ پر ہوگی۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو اس کے موالی پر ورنہ بیت المال پر بشرطیکہ مسلمان ہو۔ یہ روایت حنفی مذہب کے موافق ہے اور مالکیہ کی کئی کتابوں میں منقول ہے لیکن محققین کی رائے کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے اور مالکیہ کا مذہب مقدم الذکر رائے کے موافق ہے جو کہ مدونہ میں منقول ہے (١٧)۔

شافعیہ کے نزدیک جانی خطا کار کے عاقلہ اس کے عصبہ ہیں یعنی وہ لوگ جو نسب یا ولاء و سبب کی بنا پر اس کے وارث ہیں، اگر عصبہ نہ ہوں تو دیت بیت المال سے ادا ہوگی بشرطیکہ مسلمان ہو۔ اس صورت میں کہ عصبہ بھی نہ ہوں۔ بیت المال بھی نہ ہو تو پھر ان کے ہاں ایک رائے کے مطابق اسی کے مال میں سے اس پر دیت ہے اور دوسری رائے کے مطابق دیت کی ادائیگی ساقط ہے (١٨)۔

حنابلہ کی رائے شافعیہ کی رائے سے قریب تر ہے یعنی دیت خطا کار کے نسبی یا سببی عصبہ پر ہے نہ ہوں تو ایک رائے کے مطابق دیت

بیت المال پر ہے اور دوسری رائے کے مطابق اسی کے مال پر (۱۹) ۔
ظاھریہ کے نزدیک جانی کے عصبہ ھی اس کے عاقلہ ھیں، عصبہ سے ان کی مراد اولاً وہ لوگ ھیں جو اس کے نسبی قرابت دار ھیں اور ثانیاً وہ جو چوتھی پشت میں اس کے ھم جد ھیں۔ اگر اس کے عصبہ معلوم نہ ھوں یا شہروں میں بکھر جانے کی وجہ سے ان کو معلوم کرنا دشوار تر بلکہ عملاً ناممکن ھو تو بیت المال غارمین یعنی کوتاہ دست قرضداروں کی مد میں سے اس پر عائد دیت ادا کرے (۲۰) ۔

شوکانی کے نزدیک خطا کار کا عاقلہ اس کا اپنا کنبہ اور قبیلہ ہے وہ قریب ترین پشت یعنی پردادا کی اولاد سے شروع کرتا ہے اور اگر وہ دیت ادا کرنے سے عاجز ھوں تو پھر نسب یا ولاء کے قریب ترین عصبہ کو شریک کر لیا جائے ورنہ بیت المال (۲۱) ۔

دیوان بطور عاقلہ اور اختلاف :

دیوان کو عاقلہ قرار دینے کی بنیاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔ انھوں نے ھر ایک علاقہ کے لوگوں کے لئے ایک دیوان بنایا اور دشمن سے لڑائی لڑنے کی ذمہ داری ان پر عائد کی۔ دیوان اصل میں اس کتاب کو کہتے ھیں جس میں فوجیوں کے اسماء ، تعداد اور ان کے وظائف کا اندراج ھوتا ہے چنانچہ دیوان بندی نسب داری کے قائم مقام ٹھہری گویا وہ ایک ایسا لشکر ہے جو ایک ھی قبیلہ کی طرح یک جان ھو کر باھمی امداد اور تعاون پر کاربند ہے (۲۲) ۔ حنفی فقہاء نے عاقلہ کے مقصد کیلئے دیوان کو نسب پر مقدم کیا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اھل دیوان سے ھو تو اس کا قبیلہ اس پر عائد دیت ادا نہ کرے گا، مالکی مذھب کی بھی ایک ضعیف روایت اسی کی تائید میں ہے۔ دیگر تمام مذاھب دیوان کو عاقلہ نہیں مانتے اور دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری خطا کار کے عصبہ پر عائد کرتے ھیں ۔

دیوان کو عاقلہ نہ ماننے والوں یعنی شوافع، حنابلہ ، ظاھریہ اور معتمد علیہ روایت کے مطابق مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کو عاقلہ قرار دیا اور رسول اللہؐ کے حکم کو کوئی حکم منسوخ نہیں کر سکتا اور اول تو عمرؓ کا فیصلہ رسول اللہؐ کے فیصلہ سے بہتر نہیں اور دوم یہ کہ اگر حضرت عمرؓ نے ، بشرط صحت روایت (۲۳)، دیوان کو عاقلہ قرار دیا تو شاید اس بنا پر کہ خطا کار کا قبیلہ ھی اس کا دیوان ھو۔ اس بارے میں یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ ھم دیوانی کا رشتہ کسی کو وراثت کا مستحق نہیں بناتا پس دیوان عاقلہ نہیں بن سکتا ، یہ تو بس ایک تعلق ہے جیسے ھمسائے کا ھمسائے کے ساتھ۔ عاقلہ جو دیت کا بار برداشت کرتی ہے تو رشتہ کی وجہ سے اور مالی رشتہ کا استحقاق قرابت داری پر مبنی ہے نہ کہ دیوان داری پر جیسا کہ نفقہ اور میراث (۲۴) ۔

حنفی فقہاء نے ان دلائل کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کی موجودگی میں دیوان کو عاقلہ قرار دیا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا پس اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے اور یہ گمان نہ کرنا چاھیئے کہ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے برخلاف ایک بات پر اجماع کر لیا نہیں یہ اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق ھوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کو اس لئے عاقلہ قرار دیا کہ اس زمانہ میں ایک شخص کا قبیلہ ھی اس کی قوت و نصرت تھی ۔ جب عمرؓ نے دیوان بنا دیئے تو قوت و نصرت دیوان قرار پایا یہاں تک کہ ایک شخص اپنے دیوان کے بل بوتے پر اپنے قبیلہ کے خلاف لڑائی لڑتا تھا اور مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے جنگ جمل و جنگ صفین میں ھر قبیلہ کے بالمقابل اسی قبیلہ کے لوگوں کو لڑوایا ۔ دیوان پر دیت کی ادائیگی عائد کرنے کی بنیاد یہی ہے (۲۵) ۔ یہ کہنا کہ مالی رشتہ کی بنیاد پر اس کے اقارب اھل دیوان کی نسبت سے زیادہ مستحق ھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اھل دیوان پر دیت کی ادائیگی اس مال میں عائد ھوتی ہے جو ان کو بیت المال سے ملتا ہے اور اس مالی رشتہ میں خطا کار بھی

منسلک ہے جبکہ اقارب کے ساتھ اسکا رشتہ ان کے اپنے مال میں ہے، اس بنیاد پر ادائیگی دیت کو اھل دیوان پر لازم قرار دینا بہتر ہے(۲۶) -

حنفی اور مالکی فقہاء نے دیوان کے موضوع پر کافی حد تک توجہ دی ہے اور نہ صرف یہ کہ اس کی تفصیلات و احکام کو منضبط کیا ہے بلکہ انہوں نے اس فکر کو ترقی دی ہے- دیوان بطور عاقلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ صرف اس خطا کار کی طرف سے دیت کی ادائیگی کا بار برداشت کریں گے جو ان میں سے ہو، اگر وہ ان کے دیوان میں شامل نہیں تو اس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ اپنے دیوان والوں کے پاس جائے - لیکن وحدت دیوان کا معیار کیا ہے ؟ فقہاء نے اس سوال کا جواب دیا ہے اور اس کے تعین کے چند ضوابط بیان کئے ہیں -

وحدۃ دیوان کا پہلا ضابطہ وحدت مکان یا علاقائی وحدت کا ضابطہ ہے- اسلامی مملکت کے تمام فوجی ایک دیوان میں شامل نہیں ہیں بلکہ ان کو مختلف علاقائی وحدتوں کی بنیاد پر مختلف دیوانوں میں تقسیم کیا جائے گا - پس وحدۃ دیوان سے مراد علاقائی دیوان ہے (۲۷)، مثلاً شام ایک اقلیم ہے، عراق ایک اقلیم ہے اور مصر ایک اقلیم ہے، چنانچہ راجح قول یہ ہے کہ ایک اقلیم کے فوجی دوسری اقلیم کے فوجیوں کا عاقلہ نہیں اس لئے کہ ہر اقلیم کا جدا جدا دیوان ہے- ھدایہ اور تبیین میں ہے کہ ہر شہر کے لوگ اپنے اپنے مضافات وحدود کے لوگوں کا عاقلہ ہیں اس لئے کہ جب بھی کوئی پریشانی درپیش ہو وہی معاون ہوتے ہیں - چنانچہ بصرہ کا باشندہ جس کا دیوان کوفہ میں ہے اس کا عاقلہ اھل کوفہ ہیں اس لئے کہ مشکل میں انہی سے مدد مانگے گا نہ کہ بصری ھمسایوں سے (۲۸) - تاہم بعض فقہاء احناف علاقہ و اقلیم کا اعتبار نہیں کرتے ان کے نزدیک تمام فوجی عاقلہ کے مقصد کیلئے ایک ھی دیوان ہیں - چنانچہ ابن عابدین نے تنویر الابصار کے حوالہ سے کہا ہے کہ وحدۃ

دیوان کیلئے بعض نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اسی شہر کا رہنے والا ہو جبکہ بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں (۲۹)، فوجی برادری کا فرد ہونا اس کیلئے کافی ہے خواہ وہ کیسی اقلیم کا باشندہ ہو۔

دوسرا ضابطہ طائفہ بندی کا ضابطہ ہے۔ اسلام کے پیروکار صرف عرب نہیں اور نہ ہی یہ عربستان تک محدود ہے اس میں دوسری قوموں اور علاقوں کے لوگ بھی شامل ہوئے ۔ اس کی حدود ایران و عراق ، شام و مصر ، شمالی افریقہ اور قرطبہ تک پھیل گئیں ۔ ان قوموں اور علاقوں کے لوگ اسلامی فوج کے سپاہی تھے اور ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مرتے رہے اور مارتے رہے ، ، یقتلون فیقتلون ۔ اس بنا پر بعض مالکی فقہاء نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اگر ایک اقلیم میں کئی فوجی دستے ہوں تو ہر دستہ اپنے فرد پر عائد دیت کی ادائیگی کا بار برداشت کرے گا اور دوسرے دستہ کے افراد کا عاقلہ نہ ہوگا لیکن مالکیوں کا اس رائے پر اتفاق نہیں ۔ ان میں سے بعض کے نزدیک ایک اقلیم کے تمام دستے ایک دیوان اور ایک ہی عاقلہ شمار ہوں گے ۔ چنانچہ حاشیہ دسوقیؒ میں ہے کہ اگر ایک شہر میں کئی فوجی دستے ہوں اور ہر دستے کی تعداد اور وظیفہ دفتر میں قلمبند ہو تو کیا یہ سب ایک ہی دیوان شمار ہوں گے یا الگ الگ دیوان ؟ بعض کی رائے یہ ہے کہ ایک اقلیم ایک ہی دیوان ہے اور بعض کے نزدیک ہر دستہ الگ دیوان ہے (۳۰) ۔

حنفی فقہاء نے اس فکر کو مزید وسعت دی اور کہا کہ دیوان فوج تک محدود نہیں ۔ قومی خزانہ سے وظیفہ لینے والے تمام لوگ حسب وحدت کار الگ الگ دیوان ہیں ۔ چنانچہ حاشیہ ابن عابدین میں غرر الافکار کے حوالے سے کہا گیا ہے اگر خطا کار جانی پیشہ سپہ گری کے ساتھ وابستہ ہے تو اس کا عاقلہ وہ لوگ ہیں جو غازیان فی سبیل اللہ کی مد سے وظیفہ لیتے ہیں اور اگر منشی ہے تو اس کا عاقلہ وہ لوگ ہیں جو منشیوں کی مد سے وظیفہ لیتے ہیں (۳۱) اس

طرح بیت المال سے عطا لینے کی بنیاد پر عاقلہ کا دائرہ وسیع تر ہو جاتا ہے۔

عصبہ :

عصبہ بالاتفاق عاقلہ ھیں ، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیا وہ دیوان سے مقدم ھیں یا مؤخر ـ احناف کے نزدیک عصبہ کا مرتبہ دیوان کے بعد ہے جب کہ دیگر فقہاء کے نزدیک عصبہ کا مرتبہ اول ہے۔

عصبہ کی دو قسمیں ھیں ، عصبہ بالقرابہ یا عصبہ بالنسب اور عصبہ بالولاء یا عصبہ بالسبب ـ

عصبہ بالنسب سے مراد وہ لوگ ھیں جو باپ کی طرف سے ایک شخص کے قرابت دار ھوتے ھیں ـ ان قرابت داروں میں تحدید کی جائے تو عورتیں عصبہ میں شامل نہیں یعنی باپ ، بیٹے ، بھائی ، بھتیجے ، چچا اور ان کی نرینہ اولاد عصبہ ھیں ـ اسی طرح ماں کی طرف سے بھائی ، ذوی الارحام اور خاوند اور بیوی عصبہ میں شامل نہیں ـ عصبہ پر دیت کا بار ڈالنے کیلئے یہ شرط نہیں کہ وہ فی الحال وارث ھوں بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ وراثت کے حقدار ھوں بشرطیکہ کوئی زیادہ قریبی درمیان میں حائل نہ ھو (۳۲) ـ یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل عورت پر عائد شدہ دیت اس کے عصبات پر تقسیم کر دی اور اس کی میراث اس کے بیٹوں اور خاوند کو دے دی (۳۳) پس عصبہ عصبہ ھونے کی بنا پر عاقلہ ھیں خواہ فی الحال وارث ھوں یا وارث بننے کے حق دار ھوں ـ

اس کے باوجود کہ خطا کار کا باپ اور بیٹا اس کے عصبہ ھیں بلکہ عصبہ میں قریب ترین ھیں فقہاء نے ان کو عاقلہ قرار دینے میں اختلاف کیا ہے ـ ابوحنیفہ و مالک کا یہ مذھب ہے کہ عصبہ میں جو بھی داخل ھیں یعنی باپ ، دادا ، بیٹے ، بھائی ، چچا اور ان کے بیٹے

وہ عاقلہ ہیں اور ایک روایت کی رو سے احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس رائے کی سند وہ روایت ہے جو عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ پر عائد شدہ دیت کا عاقلہ اس کے عصبہ کو قرار دیا جبکہ وہ اس کے ترکہ سے کچھ حاصل نہ کرتے الا وہ جو قریب ترین وارثوں کے حصہ سے بچ جاتا۔ وہ مزید یہ کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹا عصبہ ہیں پس وہ بھائیوں کی طرح ہیں نیز یہ کہ ادائیگی دیت بطور عاقلہ کی بنیاد یاوری و مددگاری پر ہے اور باپ اور بیٹا اس کے اہل ہیں۔ ایک اور بات یہ کہ عصبہ پر دیت کی ادائیگی ان کی میراث میں حصہ داری کے مانند ہے یعنی قریب سے قریب تر مقدم ہے اور چونکہ باپ اور بیٹا ورثاء میں قریب تر ہیں پس تحمل دیت میں بھی مقدم تر ہیں۔ لیکن شافعی باپ اور بیٹوں کو عاقلہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اور ایک قول کی رو سے احمد بھی۔ اس رائے کی سند جابر کی روایت ہے کہ ھذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں۔ اور ایک نے دوسری کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک کا خاوند بھی تھا اور بیٹا بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ کے عاقلہ پر مقتولہ کی دیت عائد کر دی اور اس کے خاوند اور بیٹے کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ پس اگر بیٹا عاقلہ سے مستثنیٰ ہے تو باپ بھی مستثنیٰ ہے اس لئے کہ عصبہ ہونے میں دونوں مساوی درجہ پر ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ عاقلہ پر دیت عائد کرنے کی وجہ خطا کار کے ساتھ مہربانی ہے کہ مالی بوجھ تلے پس کر تباہ حال نہ ہو جائے اگر اس کے باپ اور بیٹے کو بھی اس بوجھ کی برداشت میں شریک کر لیا جائے تو یہ اس پر تخفیف نہیں ہے اس لئے باپ اور بیٹے کا مال ایک مال ہے دونوں ایک دوسرے کے کفیل ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے کے حق میں ان کی گواھی نا مقبول ہے (۳۳)۔ خرقی کے بیان سے معلوم ھوتا ہے کہ مذھب احمد میں بھائیوں کے بارے میں بھی ایسا ھی اختلاف ہے کہ انہیں عاقلہ میں شامل کیا

جائے یا نہ (۳۵) ۔

اس اختلاف کے علاوہ جمہور فقہاء کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ تمام عصبہ عاقلہ ھیں خواہ قریب ہوں یا بعید ، لیکن ظاہری سبھی عصبہ کو عاقلہ قرار نہیں دیتے بلکہ اس کو چوتھی پشت میں ہم جد کی اولاد یعنی بطن تک محدود کرتے ھیں (۳٦) ۔

عاقلہ پر دیت کی تقسیم حسب ذیل طریقہ سے ہوگی ۔

پہلے قریب ترین عصبہ یعنی حقیقی بھائی اگر ان کی تعداد کم ہو تو ہم جد اور ان کے بیٹوں یعنی چچا اور چچا زادوں کو بھی شریک کر لیا جائے اور وہ بھی کافی نہ ہوں تو پھر پردادا کی اولاد کو بھی شامل کر لیا جائے علی ھذا القیاس تاکہ دیت کی تقسیم مکمل ہو جائے (۳۷) ۔ فقہاء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ عاقلہ کا تعلق عصبیت سے ہے پس جو قریب تر ہے وہ مقدم تر ہے لہذا اگر اقربین پر تقسیم مکمل ہو جائے تو دور کے قرابت داروں پر کچھ بوجھ نہ ہوگا اور اگر اقرباء کی تعداد کم ہونے کی بناً پر اس کی تقسیم مکمل نہ ہو سکے تو پھر درجہ بدرجہ دور کے قرابت داروں کو شامل کیا جاتا رہے گا (۳۸) ۔

عصبہ بالنسب موالی ھیں ، یہ رشتہ نسب کا رشتہ نہیں بلکہ غلامی سے آزادی یا معاھدہ اتحاد کا رشتہ ہے ۔ غلامی سے آزادی کے رشتہ سے یہ مراد ہے کہ آزاد شدہ غلام اپنے سابق مولیٰ کا عاقلہ ہوگا اور اس کے نسبی وارثوں کی عدم موجودگی میں اس کا وارث ۔ ولاء الموالاۃ کی بنیاد عجمی مسلمان اور عربی مسلمان کے درمیان معاھدہ اتحاد ہے ۔ چنانچہ عربی مسلمان اس پر عائد شدہ دیت کا بوجھ برداشت کرے گا اور نسبی وارث کی عدم موجودگی میں اس کا وارث ہوگا ۔ جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ عصبہ کی عدم موجودگی میں موالی عاقلہ ھیں لیکن ظاہری مذھب کے پیروکار عصبہ کے علاوہ کسی کو عاقلہ نہیں مانتے ۔ چونکہ اب یہ نظام ختم ہو چکا ہے اس

لئے عصبہ بالنسب کے موضوع پر بحث کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں ۔

وہ لوگ جو عاقلہ میں شامل نہیں :

چونکہ تحمل دیت کی بنیاد نصرت پر ہے اس لئے عاقلہ میں وہی شمار ہوگا جو مددگار بننے کا اہل ہو۔ اہل نصرت سے مراد وہ لوگ ہیں جو لڑائی میں مددگار ہوتے ہیں پس جو اس کے اہل نہیں وہ عاقلہ نہیں لہذا کم عقل اور کمزور اور معذور اور غیر حاضر اس میں شامل نہیں ۔ لیکن چونکہ عقل مالی مدد ہے اس لئے عاقلہ میں شمولیت کیلئے مالدار ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اس بوجھ کو برداشت کر سکے ۔ فقہاء نے اسی بنا پر غیر مکلف کو عاقلہ سے خارج قرار دیا ہے لہذا بچہ اور مجنون عاقلہ میں شامل نہیں اس لئے کہ وہ بے تمیز ہیں اور نصرت کے اہل نہیں ۔ ۔ اسی طرح عورت پر بھی عقل نہیں اس لئے کہ فقہاء کے نزدیک نصرت مردوں سے ہوتی ہے نہ کہ عورتوں سے ، سرخسی نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ عورت اپنی جسمانی ساخت کیوجہ سے اس قسم کی نصرت کی صلاحیت نہیں رکھتی ۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اہل حرب کے بچوں اور ان کی عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اس لئے کہ مدافعت لڑائی لڑ سکنے والونکے خلاف ہے اور اسی لئے شریعت نے انپر جزیہ بھی عائد نہیں کیا اس لئے کہ وہ لڑائی لڑنے کے اہل نہیں (۳۹) ۔ فقہاء کے ہاں یہ بات تو طے شدہ ہے کہ بچہ اور عورت عاقلہ سے مستثنیٰ ہیں لیکن آیا وہ اپنی خطا میں اس کا تحمل کریں گے یا نہ (۴۰) تو اس کا انحصار دراصل اس بات پر ہے کہ خود خطا کار عاقلہ میں شامل ہے یا نہ ۔ سرخسی نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے کہ قاتل پر جو بقدر حصہ دیت کی ادائیگی ہے وہ اس لئے کہ قاتل خود بھی عاقلہ میں شامل ہے اور چونکہ بچے اور عورتیں عاقلہ میں شامل نہیں اس لئے ان سے

غلطی سرزد ہو جائے تو ان پر کچھ ادائیگی واجب نہیں (۳۱) ۔ اور اس کے باوجود کہ دیوان میں عورتوں اور بچوں کا وظیفہ مقرر ہو احناف کے نزدیک اس حکم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی ۔ اس لئے کہ بچوں اور عورتوں کو دیوان سے جو عطایا ملتے ہیں تو اس بنا پر نہیں کہ وہ نصرت ہیں بلکہ اس بنا پر کہ وہ زیر کفالت ہیں جیسا کہ عمر بن الخطابؓ نے ازواج مطہراتؓ کیلئے دیوان میں عطایا مقرر کئے جو ان کو ہر سال پہنچاتے رہے (۳۲) ۔

بیماری اور بڑھاپا بذاتہ عاقلہ میں شمولیت کی اہلیت سے مانع نہیں اس لئے کہ بیمار اور بوڑھا بذریعہ تدبیر اہل نصرت سے ہیں البتہ اگر مریض مرض کہن کا شکار اور بوڑھا بسیار کہن سال ہو تو حنابلہ اور شافعیہ میں ان کے بارے میں دو طرح کی آراء ہیں ایک یہ کہ ان پر کوئی دیت نہیں کہ ان کا شمار اہل نصرت میں نہیں اسی لئے ان پر جہاد واجب نہیں اور حربی ہوں تو ان کو مارنا جائز نہیں ۔ اندھے کا حکم بھی وہی ہے جو بیمار اور بوڑھے کا حکم ہے ۔ دوسری رائے یہ ہے کہ وہ دیت کا تحمل کریں گے اس لئے کہ وہ اہل مواساۃ اور ہمدردی کے اہل لوگوں میں شامل ہیں اسی لئے ان پر زکوۃ واجب ہے (۳۳) ۔

جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ فقیر عاقلہ سے مستثنیٰ ہے اس لئے کہ وہ اہل مواساۃ سے نہیں اسی لئے اس پر زکوۃ اور قرابت داروں کے نفقات واجب نہیں ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دیت کی ادائیگی عاقلہ پر ازالہ ضرر کی وجہ سے ڈالی گئی ہے اور ضرر کا ازالہ ضرر سے نہیں ہوتا لہذا فقیر کو ادائیگی دیت کی تکلیف دینا جائز نہیں کہ یہ اس پر ناقابل برداشت بوجھ ڈالنا ہے (۳۴) ۔ بعض لوگوں نے مالک اور ابوحنیفہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ فقیر تحمل دیت میں شریک ہے اس لئے کہ وہ اہل نصرت سے ہے اور اس مقصد کیلئے اس کا حکم غنی کا حکم ہے (۳۵) ، لیکن تمام فقہی مذاہب میں

اسی رائے کو ترجیح دی گئی ہے کہ فقیر عاقلہ میں شامل نہیں۔ فقہاء نے فقیر کے ساتھ غارم کو بھی غیر عاقلہ قرار دیا ہے۔ فقیر میں اور غارم میں فرق یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جس کی مقدرت میں قوت کے سوا کچھ نہ ہو اور غارم وہ ہے کہ جس پر اس کے مال کے برابر یا اس سے زائد قرض ہو یا وہ شخص کہ جس کے مال سے قرض وصول کیا جائے تو وہ فقیر بن جائے (۳۶)۔

دین کا اختلاف بھی عاقلہ میں شامل ہونے سے مانع ہے پس مسلمان غیر مسلم کا عاقلہ نہیں اور غیر مسلم مسلمان کا عاقلہ نہیں۔ فقہاء اس کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف سے دیت کا تحمل بربنائے تناصر ہے اور اختلاف ملت کی موجودگی میں بنائے اتحاد و تناصر معدوم ہو جاتی ہے اور وراثت اور نفقہ کا حکم اس موقف کی تائید کرتا ہے (۳۷)۔ جہاں تک غیر مسلموں کے باہمی عاقلہ بننے کا تعلق ہے تو ہم جلد ہی اس کو بیان کریں گے۔

اصولی طور پر عاقلہ کے تمام افراد دیت کا بار اٹھانے میں شریک ہیں خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب اس لئے کہ وہ عصبہ ہونے میں مساوی ہیں۔ یہ احناف و حنابلہ کا مذہب ہے (۳۸)۔ مالکی فقہاء کے نزدیک تحمل دیت کیلئے افراد عاقلہ کا حاضر ہونا شرط ہے اگر کوئی ان میں سے ایسا غائب ہوا کہ اس کا تعلق منقطع ہو گیا تو اس پر کوئی شیئی نہیں (۳۹)۔ شافعی فقہاء بھی افراد عاقلہ کی حاضری و غیر حاضری کا اعتبار کرتے ہیں۔ المہذب میں ہے کہ اگر نسب میں قریب ترین غائب ہوں اور دور والے موجود ہوں تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نسب میں قریب تر مقدم تر ہیں اس لئے کہ عاقلہ کا حق عصبیت کے استحقاق سے ہے لہذا قریب تر مقدم تر ہوں گے جیسا کہ میراث میں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حاضر اقرباء غائب اقرباء پر مقدم ہیں اس لئے کہ تحمل دیت کا مواد مددگاری پر ہے اور حاضرین اس کے زیادہ اہل ہیں ان کی نسبت جو غائب ہیں۔ اس صورت میں

کہ نسبی قرابت میں سب مساوی درجہ کے ہیں مگر بعض حاضر اور بعض غائب ہیں تو ایک قول میں حاضر غائب پر مقدم ہیں کہ وہ نصرت میں قریب تر ہیں اور دوسرے قول میں یہ کہ جیسے میراث میں سب برابر ہیں ایسے دیت کی برداشت میں سب برابر ہیں (۵۰) ۔

افراد عاقلہ کی اہلیت برائے تحمل دیت کا اعتبار قضائے قاضی کے وقت ہوگا پس جو شخص اس وقت بچہ ہے یا کوتاہ دست مقروض ہے یا ایسا غائب ہے کہ اس کے ساتھ رابطہ منقطع ہوگیا تو اس پر کوئی شیئ نہیں ۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بوقت قضاء قاضی بالغ تھا اور عاقل تھا اور موجود تھا اور مالدار تھا لیکن اس کے بعد اس کی اہلیت کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو گئی تو اس پر ماوجب ساقط نہ ہوگا (۵۱) ۔ اس لئے کہ دیت جو مال ہے محض قتل سے واجب الاداء نہیں ہوتی بلکہ قضائے قاضی سے واجب الاداء ہوتی ہے اس لئے کہ یہ تلف کا معاوضہ ہے اور جیسا کہ سرخسی نے کہا ہے تلف کا عوضانہ بالمثل ہے اور جان کی مثل جان ہے لیکن جب معاملہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور جان کے بدلے جان کا معاوضہ نہ ہو سکا اور قاضی کے فیصلہ سے عوض تلف جان کا حق مال کی صورت میں تبدیل ہو گیا (۵۲) ۔ چنانچہ قضائے قاضی سے دیت ایک ثابت شدہ حق بن جاتی ہے گویا یہ ایک قرض ہے جس کی ادائیگی واجب ہے لہذا اس میں وصولی تک تاخیر کو وقت وجوب پر ترجیح نہیں دی جا سکتی اور اسی لئے عاقلہ میں شامل اور خارج افراد کا تعین بوقت وجوب دیت یعنی بوقت قضائے قاضی ہوگا نہ کہ بوقت وقوع قتل اور بوقت وصولی دیت ۔

خطا کار مجرم کی عاقلہ میں شمولیت :

خطا کار کی عاقلہ میں شمولیت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے ۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر کوئی شئی واجب

نہیں یہ تمام بوجھ عاقلہ برداشت کرے گی ان کی دلیل یہ ہے کہ از روئے ارشاد باری تعالی ,, ولیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ ،، اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جاوے تو اس سے تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا اور از روئے ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ,, رفع عن امتی الخطأ والنسیان ،، میری امت پر خطأ و نسیان میں مواخذہ نہیں۔ خطأ معاف ہے اور از روئے تقاضائے معافی اس پر دیت کی ادائیگی کا بوجھ نہیں ۔ اور جابر بن عبد اللہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عاقلہ پر ڈال دی اور اس کے خاوند اور بیٹے کو بری الذمہ کر دیا یعنی آپ نے تمام تر دیت عاقلہ پر ڈالی ۔ نیز یہ کہ خطا کار ایک ایسا قاتل ہے جس پر دیت لازم نہیں پس اس پر اس کا بعض حصہ بھی لازم نہیں یہ ایسا ھی ہے کہ کسی نے بحکم امام کسی کو قتل کر دیا پھر معلوم ہوا کہ مقتول مظلوم تھا ۔ ایک اور دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے مال سے اس خطأ کا کفارہ بھی ادا کرنا ہے جو اس کے حصہ کی دیت کے مساوی یا اس سے بیشتر ہے پس اس پر دیت کے بعض حصہ کی ادائیگی لازم قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں (٥٣) ۔ احناف خطا کار کو عاقلہ میں شامل شمار کرتے ھیں چنانچہ ان کے نزدیک وہ عاقلہ کے ساتھ مل کر اپنے حصہ کی دیت ادا کرے گا ۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عاقلہ پر دیت کا وجوب اسے ناقابل برداشت مالی بوجھ سے بچانے اور اس پر تخفیف کی وجہ سے ہے اور تخفیف کل واجب الاداء میں ہے نہ کہ ایک جزء میں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ عاقلہ پر دیت کا وجوب باعتبار نصرت ہے

اور خطا کار جیسے ان کا مددگار ہے اپنا بھی مددگار ہے ۔ اور جیسے کہ وہ معذور ہے اور شرعاً اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں تو اس کے فعل کی وجہ سے عاقلہ پر بھی کوئی مؤاخذہ نہیں ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ,, ولا تزر وازرۃ وزر اخری ،، اور کوئی دوسرے کا بوجھ

(گناہ کا) نہ اٹھاوے گا ، پس جو بے خطا ہے وہ خطا کار کی نسبت مؤاخذہ سے زیادہ بری ہے لیکن جب ہم عاقلہ کے ہر فرد پر دیت بقدر حصہ عائد کر رہے ہیں تو خود اس کو بطریق اولی اس میں شریک کریں گے (۵۴) ۔

غیر مسلم کے عاقلہ :

فقہاء کے نزدیک تحمل دیت کی بنیاد تناصر پر ہے اور باہمی امداد مسلمانوں تک محدود نہیں لہذا جمہور فقہاء کی رائے میں غیر مسلم ایک دوسرے کے عاقلہ ہیں خواہ مقتول و مضروب مسلم ہو یا غیر مسلم ۔ اگر ان کے درمیان عاقلہ کا کوئی طریقہ مروج ہو تو وہی معتبر ہے ۔ ورنہ جن لوگوں نے دیوان کو عاقلہ قرار دیا ہے ان کے نزدیک غیر مسلم کے عاقلہ اس کے اہل دیوان ہیں اور جنہوں نے عصبہ کو عاقلہ قرار دیا ہے ان کے نزدیک غیر مسلم کا عاقلہ اس کے عصبہ ہیں ، اگر اس کے عصبہ نہ ہوں تو اس کے ہم مذہب اس کا عاقلہ ہیں ۔ نصرانی کے عاقلہ مسیحی مذہب کے پیروکار اور یہودی کے عاقلہ یہودی مذہب کے پیروکار (۵۵) حنابلہ اسکی یہ علت بیان کرتے ہیں کہ ہم مذہب ایک دوسرے کے وارث ہیں ۔ احناف ان کو بمنزلہ مسلمانوں کے قرار دیتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے غیر مذہبی معاملات میں احکام اسلام کو قبول کیا ہے بالخصوص ضرر رسانی سے تحفظ کے معاملات میں ۔ نیز یہ کہ امداد باہمی ان کے حق میں بھی موجود ہے ۔ مذہب احمد میں ایک اور روایت بھی ہے جس کی رو سے غیر مسلموں کیلئے عاقلہ نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کیلئے یہ ایک استثنائی اور خصوصی قانون ہے جو ان کے ساتھ خاص مہربانی اور رعایت ہے ، پس غیر مسلم اس قانون میں شامل نہیں ۔ اسی لئے مسلمانوں پر زکوۃ واجب ہے ان کے فقراء کی ہمدردی کی خاطر جبکہ غیر مسلم فقراء کی ہمدردی کی خاطر غیر مسلموں پر زکوۃ واجب نہیں لہذا اہل ذمہ کیلئے وہی قانون ہوگا جو دراصل دیت کا قانون ہے ، مگر

حنبلی مذہب میں پہلی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

بے عاقلہ کا حکم :

جس کا کوئی عاقلہ نہ ہو فقہاء اس کو سائبہ کہتے ہیں (٥٦)۔ سائبہ مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی ، اگر غیر مسلم ہے تو باتفاق آراء بیت المال یہ دیت ادا نہیں کرے گا اس لئے کہ بیت المال مسلمانوں کا مال ہے لہذا اگر کوئی بے عاقلہ غیر مسلم جسمانی ضرر رسانی کا ارتکاب کرے تو وہ دیت کی ادائیگی کا پابند ہوگا اس لئے کہ انسانی جان کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ البتہ مسلمان سائبہ مثلاً لقیط یا حربی اور ذمی جو مسلمان ہو گیا کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا بیت المال اس کی جنایت کی دیت ادا کرے گا یا نہ۔ ایک غیر راجح قول کے مطابق مسلم سائبہ پر دیت معاف ہے ، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک اس کی جنایت کی دیت بیت المال پر ہے اگرچہ وہ مال دار ہو ، البتہ بیت المال کی عدم موجودگی میں دیت اس کے مال سے وصول کی جائے گی اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ سائبہ بہرحال خود ذمہ دار ہے۔

ظاہر الروایہ کی رو سے احناف کا مذہب یہ ہے کہ بے عاقلہ کا عاقلہ بیت المال ہے البتہ محمد نے ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دیت اس کے اپنے مال پر ہے نہ کہ بیت المال پر اس کی توجیہ یہ ہے کہ دیت کی وصولی دراصل خطا کار کے اپنے مال سے ہونی چاہیئے اس لئے کہ خطا اسی سے سرزد ہوئی پھر یہ بوجھ عاقلہ پر ڈال دیا گیا جب عاقلہ نہ ہو تو معاملہ اصل کی طرف لوٹ آئے گا۔ ظاہر الروایہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ عاقلہ پر دیت کا وجوب بر بنائے تناصر ہے اور جس کے اپنے عاقلہ نہ ہوں وہ عامة المسلمین سے امداد مانگتا ہے اور چونکہ بیت المال عامة المسلمین کا مال ہے لہذا وہ اس کا عاقلہ ہے (٥٧)۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ بے عاقلہ پر دیت بیت المال پر ہے ، بیت المال نہ ہو یا اس تک رسائی نہ ہو سکتی ہو تو اس کے اپنے مال پر (۵۸) ۔

شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب جانی مسلمان ہو اور اس کے عصبہ نہ ہوں تو بیت المال اس کی طرف سے ادائیگی کرے گا کہ وہ مسلمانوں کا مال ہے اور مسلمان اس کے وارث ہیں ۔ اس صورت میں کہ خطا کار بے عاقلہ ہے اور بیت المال بھی نہیں ہے تو پھر دو رائے ہیں ، ایک یہ کہ دیت اسی پر واجب ہے ، دوم یہ کہ دیت ساقط ہے اور کسی پر واجب نہیں ۔ اس کی بنیاد دراصل اس بات پر ہے کہ آیا دیت ابتداءً جانی پر واجب ہوتی ہے کہ پھر عاقلہ اس کو برداشت کرتا ہے یا ابتداءً عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں ان کے ہاں دو قول ہیں (۵۹):

ایک یہ کہ بیت المال دیت دے گا ، دوسرا یہ کہ بیت المال دیت نہ دے گا ۔ اول قول کی سند یہ روایت ہے کہ بزمانہ عمرؓ ایک شخص ازدحام میں مارا گیا ، قاتل نامعلوم تھا ، علیؓ نے عمرؓ سے کہا ، خون مسلم رائیگاں نہیں ۔ پس انہوں نے بیت المال سے مقتول کی دیت ادا کی ۔ نیز یہ کہ مسلمان بے وارث مسلمان کے وارث ہیں پس وہ بے عاقلہ مسلمان کے عاقلہ ہیں ۔ قول ثانی کی دلیل یہ ہے کہ بیت المال میں فقراء و مجانین ، بچوں اور خواتین کا حق بھی ہے یہ لوگ عاقلہ سے مستثنیٰ ہیں لہذا ان پر جو واجب نہیں ان کے مال سے لینا جائز نہیں ۔ نیز یہ کہ دیت عصبہ پر ہے اور بیت المال نہ عصبہ ہے نہ مثل عصبہ ہے ۔ جہاں تک انصار کے مقتول کے واقعہ سے استدلال کا تعلق ہے تو یہ درست نہیں اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو دیت نہیں دی تھی کہ قاتل رجال یہود تھے اور بیت المال غیر مسلموں کا عاقلہ نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بیت المال سے جو دیا تھا تو یہ ایک عنایت تھی ۔ جہاں تک اس

بات کا تعلق ہے کہ بے وارث کا مال بیت المال میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس لئے نہیں کہ مسلمان اس کے وارث ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ مال فئی ہے جیسے کہ ذمی بے وارث کا مال بیت المال کا مال ہے اور یہ مسلم ہے کہ مسلم غیر مسلم کے وارث نہیں لہذا اس کو وراثت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ اگر وارث عصبہ نہ ہو تو شامل عاقلہ نہیں اور عصبہ حصول وراثت کے بغیر بھی شامل عاقلہ ہے۔ چنانچہ جب اس صورت میں بیت المال سے دیت کی وصولی ناممکن ہوئی تو کیا یہ جانی پر واجب ہے ، اس مسئلہ میں دو رائے ہیں ، ایک یہ کہ اس پر کوئی شئی اجب نہیں اس لئے کہ دیت ابتداءً عاقلہ پر تھی لہذا ان کے علاوہ کسی دوسرے سے اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا نہ ہی دوسرے رضاکارانہ طور پر اس کو ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ کسی غیر پر واجب ہوتی ہے۔ مثلاً اگر قاتل معلوم نہ ہو تو دیت کسی پر نہیں ، پس یہاں بھی یہی ہوگا۔ دوسری رائے یہ کہ جب عاقلہ نہ ہو تو بوجہ عموم ارشاد باری تعالی ,, ودیۃ مسلمۃ الی اهله ،، اور دیت جو اس کے خاندان والوں کے حوالہ کر دی جائے ، دیت کی ادائیگی واجب ہے اور خود خطا کار اس کا ذمہ دار ہے۔ اس سے دیت اس لئے ساقط ہوئی تھی کہ اس کہ جگہ عاقلہ نے لے لی ، جب عاقلہ نہ ہو تو وہ خود ہی یہ بوجھ برداشت کرے گا۔ نیز یہ کہ ایک طرف رائیگانی خون مقتول ہے اور دوسری طرف خطا کار پر دیت کو عائد کرنا ہے اور پہلی بات ہرگز جائز نہیں کہ یہ کتاب و سنت اور اصول شریعت کی مخالفت ہے پس لازماً دوسری بات پر عمل کرنا ہوگا۔ رائیگانی دم مضمون کی نظیر معدوم ہے جبکہ قاتل خطا پر دیت عائد کرنے کے نظائر موجود ہیں۔ اس میں یہ بات بھی ہے کہ عاقلہ کو ابتداءً ادائیگی دیت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا ، درست یہ ہے کہ یہ ابتداء ہی سے جانی پر واجب ہوتی ہے پھر عاقلہ اس کو اس کی طرف سے برداشت کرتا ہے اور اگر بالفرض ابتداء ہی سے عاقلہ پر

عائد ہوتی ہے تو اس شرط کے ساتھ کہ عاقلہ موجود ہو ، عاقلہ کی عدم موجودگی میں عاقلہ کو اسکا ذمہ دار ٹھہرانا ناممکن بات ہے(٦٠).

اہل ظاہر کا نقطہ نظر یہ ہے کہ عاقلہ دیت کا بار برداشت کرنے کی غرض سے مقروض شمار ہوتے ہیں پس اگر مجہول الحال ہوں یا شہروں میں بکھر جانے کی وجہ سے ان کی تلاش کار دشوار ہو اور تقریباً ناممکن ہو تو بیت المال میں سے بمد غارمین دیت وصول کر لی جائے (٦١) ۔

عاقلہ پر کیا ہے کیا نہیں ہے :

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاقلہ دیت خطأ برداشت کریں گے اور دیت عمد کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں البتہ شبہ عمد اور اپنے ہاتھوں زخمی ہونے یا مر جانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ عاقلہ مال صلح اور واجب بربنائے اعتراف کی ادائیگی کی ذمہ دار نہیں ۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا عاقلہ اسی صورت میں دیت برداشت کریں گے جب ماوجب کی مقدار بہت زیادہ ہو یا تمام صورتوں میں ۔

دیت عمد عاقلہ پر نہیں :

اہل علم کا اجماع ہے کہ دیت خطأ عاقلہ پر ہے اور دیت عمد کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں (٦٢) اس لئے کہ از روئے حدیث یہ قاتل کے ساتھ مہربانی ہے اور تخفیف ہے اس لئے کہ اس نے قصداً قتل کا ارتکاب نہیں کیا ۔ مگر جس جانی نے جان بوجھ کر بالقصد و بالعمد قتل کیا وہ کسی تخفیف اور مہربانی کا مستحق نہیں ۔ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ عمد میں دیت کا اصل قانون لاگو ہوگا اور اصل یہ ہے کہ تلف کا بدلہ تلف کنندہ پر واجب ہے اور جرم کا تاوان اس پر ہے جس نے جرم کا ارتکاب کیا اور یہی مقتضی ہے ارشاد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ,, لایجنی الجانی الا علی نفسہ ،، مجرم درحقیقت اپنے خلاف جرم کرتا ہے اور وہی اس کے نتائج کا ذمہ دار ہے۔

نیز یہ کہ موجب سزا مجرم کے فعل مجرمانہ کا نتیجہ ہے پس لازم ہے کہ خاص وہی اس کا نقصان اٹھائے کہ خاص وہی اس کا فائدہ اٹھاتا ہے اس لئے کہ ہر شخص کی کمائی اس کے اپنے واسطے ہے۔ تمام جنایات واکتسابات میں یہی اصول کار فرما ہے۔ اس اصول کو صرف وہاں نظر انداز کیا گیا جہاں قاتل معذور ہے اور واجب الاداء کی مقدار غالب حالات میں اس کے مقدور سے زیادہ ہے جبکہ اس پر کفارہ بھی واجب ہے لہذا اس کے ساتھ تخفیف اور مہربانی کی گئی۔ اس کے برعکس مرتکب عمد کے پاس کوئی عذرنہیں لہذا وہ کسی ہمدردی اور مواساۃ کا مستحق نہیں (٦٣)۔

البتہ بچے اور مجنون کے عمد میں اختلاف ہے۔ حنفیہ ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بچہ اور مجنون کے فعل سے عائد شدہ دیت عاقلہ پر ہے (٦٤)۔ شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں دیت جانی کے مال پر ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آیا بچہ اور مجنون کا فعل عمد ہے یا خطأ۔ شافعی کی رائے میں ان کا عمد عمد ہے اس لئے کہ عمد کا معنی قصد ہے اور یہ ان کے پاس ہے اور عمد میں یا قصاص ہے یا دیت ہے اور چونکہ اس صورت میں قصاص نہیں لہذا دیت مجرم کے مال پر ہے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک عمد صبی و عمد مجنون عمد نہیں۔ خطأ ہے۔ اس لئے کہ عمد کا مدار علم و عقل پر ہے اور یہ ان کے پاس نہیں کہ مجنون بے عقل ہے بچہ کم عقل لہذا یا تو ان کا قصد قصد نہیں یا ہے تو ناقص ہے۔

جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق عمد کی کسی حالت میں بھی عاقلہ ذمہ دار نہیں خواہ ابتداءً قصاص واجب ہو اور کسی وجہ سے ساقط ہو گیا مثلاً ولی الدم نے قصاص معاف کر دیا یا ابتداءً دیت واجب ہوئی (٦٥) مثلاً کسی کو زخمی کیا کہ اس کے پیٹ یا سر کی کھال کٹ گئی اور گہرا زخم لگا یعنی جائفہ یا آمہ میں سے کوئی

زخم لگایا یا ران توڑ دی (٦٦) ۔ مالکیہ نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر وہ جسمانی ضرر جس میں قصاص اصلاً واجب نہیں اس کی دیت عاقلہ پر ہے خواہ خطا ہو خواہ عمداً اور خواہ اس کے تاوان کی مقدار شارع کی طرف سے مقرر شدہ ہو خواہ نہ ہو (٦٧) ۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دیت دیت ہے خواہ خطأ میں واجب ہوئی ہو یا عمد میں ۔ جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,, العاقلہ لاتحمل عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ،، کہ عاقلہ دیت عمد ، دیت عبد ، مال صلح اور دیت بربنائے اعتراف کی ذمہ دار نہیں ، نیز یہ کہ خطأ میں دیت عاقلہ پر اس لئے ہے کہ خطأ کار معذور ہے اور اس کے ساتھ تخفیف و مواساۃ مقصود ہے اور عمداً قتل کرنے اور زخمی کرنے والے کے پاس کوئی عذر نہیں پس وہ تخفیف و مواساۃ کا مستحق نہیں(٦٨)

شبہ عمد کے بارے میں اختلاف :

شبہ عمد سے یہ مراد ہے کہ فعل کا ارادہ کیا مگر جو نتیجہ برآمد ہوا وہ مقصود نہ تھا ، اس کی عام مثال یہ ہے کہ کسی کو بالقصد و بالعمد ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں وہ فوت ہو گیا ۔ وضعی قوانین والے اس کو متعدی جرم بالارادہ کہتے ہیں ۔ شبہ عمد کی قانونی حیثیت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں اکثر کہتے ہیں کہ شبہ عمد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شبہ عمد نام کی کوئی چیز نہیں پھر اس کی صورتوں میں بھی اختلاف ہے بعض اس کو محدود کرتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کا دائرہ وسیع ہے اور تیسرا اختلاف اس کی دیت کی برداشت کے بارے میں ہے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے ۔ مذہب ابوحنیفہ و شافعی و احمد میں اس کی دیت عاقلہ پر ہے ۔ شعبی ، نخعی ، ثوری ، اسحاق اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے (٦٩) ۔ ابن سیرین ، زہری ، حارث عُکلی ، ابن شبرمہ ،

قتادہ اور ابو ثور نے کہا ہے کہ اس کی دیت قاتل پر اس کے اپنے مال میں ہے اس لئے کہ یہ اس کے بالارادہ فعل کا نتیجہ ہے۔ لہذا عاقلہ اس کو برداشت کرے گی ۔ جمہور کی دلیل ابوھریرہ کی روایت ہے کہ ھذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں ایک نے دوسری کو پتھر مارا جس سے وہ مر گئی اور وہ بھی جو اس کے پیٹ میں تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عاقلہ پر عائد کی ۔ لہذا یہ حدیث شبہ عمد کی دیت کی ادائیگی کے بارے میں نص ہے ۔ جمہور کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شبہ عمد کا قاتل معذور ہے کہ اس نے ارتکاب قتل کا ارادہ نہیں کیا البتہ اس کے فعل سے غیر اختیاری طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوا لہذا یہ خطأ کے مشابہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں قصاص واجب نہیں ہوتا ، دیت واجب ہوتی ہے جو عاقلہ برداشت کرتی ہے ۔

واجب بربنائے صلح و اعتراف عاقلہ پر نہیں :

صلح اور اعتراف کی بنا پر جو واجب ہوا وہ بالاتفاق عاقلہ پر نہیں اور اس کی سند وہ حدیث ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ,,لاتحمل العاقلہ عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ،، عمد کی دیت ، غلام کی دیت ، مال واجب بربنائے صلح و اعتراف عاقلہ پر نہیں (۷۰) اس لئے کہ عاقلہ کی ذمہ داری دیت خطأ تک محدود ہے لہذا دیت عمد کسی حال میں بھی عاقلہ پر نہیں خواہ جرم شہادت سے ثابت ہوا یا جرم میں ملوث پائے جانے کے قرینہ سے یا مجرم کے اپنے اقرار سے ۔ جہاں تک شبہ عمد کا تعلق ہے تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا حکم خطأ کا حکم ہے ۔

صلح کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص پر قتل کا دعوی ہو جس سے وہ منکر ہو ساتھ ہی مدعی کے ساتھ مال کی ادائیگی پر مصالحت کر لے ۔ اعتراف کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کرے کہ خطأً اس سے قتل سرزد ہو گیا ۔ چنانچہ ان دونوں صورتوں میں عاقلہ پر

کوئی شی نہیں اگرچہ صلح کرنے والا پارسا اور غیر مشکوک ہو الا یہ کہ تم بخوشی مال کی ادائیگی پر اس سے تعاون کرو اور اس کے اقرار کی تصدیق کرو تو یہ خود بخود لازم ہے۔ اس کی علت یہ ہے کہ صلح و اقرار میں اس پر عاقلہ کی ولایت نا تمام ہے۔ وہ اگرچہ اس کی خطا بھگتنے کے ذمہ دار ہیں لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ خطا کا خطا ہونا ثابت ہو چکا ہو تاکہ اس کے کردار پر کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو جبکہ صلح اور اقرار کی صورت میں وہ اپنے عاقلہ کی نظروں میں مشکوک اور متہم ہے۔ نیز یہ کہ اگر اس معاملہ میں اس کی صلح کو مؤثر مان لیا جائے تو گویا دوسرے کے مال پر صلح کرنے کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح اقرار کا معاملہ ہے اگر اس کو عاقلہ پر لاگو قرار دیا جائے تو ان پر دوسرے کے اقرار سے دیت واجب ہوگی جبکہ ایک شخص کا اقرار اس کے غیر پر مؤثر نہیں اس لئے کہ شبہ موجود ہے کہ اس نے کسی دوسرے سے ساز باز کرکے اپنے لوگوں کا مال ہتھیانے کا منصوبہ بنایا ہو (۷۱)۔

عامة الفقہاء کے نزدیک خطا کے مقر پر اس کے اپنے مال سے دیت واجب ہے اس لئے کہ اس نے فعل مستوجب دیت کا اقرار کیا ہے پس اس کا اقرار صحیح اور نافذ ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ مالی نقصان کا اعتراف کرے اور چونکہ یہاں دیت واجب ہے اور عاقلہ ذمہ دار نہیں تو یہ اس کے اپنے مال سے وصول کی جائے گی۔ ابوثور اور عبد الحکم نے کہا ہے کہ قتل خطأ کے اعتراف پر کچھ واجب نہیں اور نہ ہی اس کا اقرار صحیح ہے اس لئے کہ یہ دوسرے کے خلاف اقرار کرنا ہے جو کہ باطل ہے اور ایسا ہی ہے جیسے اس نے اقرار کیا کہ کسی دوسرے شخص نے قتل کا ارتکاب کیا ہے (۷۲)۔

عاقلہ کی ذمہ داری کی مقدار :

شافعی کے قول جدید کی رو سے دیت کی مقدار کثیر ہو یا قلیل عاقلہ ہی ادا کرے گا پس دیت میں سے جو کچھ واجب ہوا عاقلہ کے

ذمہ ہے خواہ پوری دیت واجب ہوئی ہو یا اس کا کچھ حصہ ۔ اس رائے کی سند قیاس ہے اس لئے کہ جو جان کی دیت کا ذمہ دار ہے وہی جراحت کی دیت کا ذمہ دار ہے۔ نیز یہ کہ عاقلہ خطأ اور شبہ عمد میں اس لئے دیت دیتے ہیں کہ خطا کار مالی طور پر تباہ حال نہ ہو جائے اور یہ بات زخموں کی دیت میں بھی ہے (۷۳) ۔

جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ عاقلہ پر وہ دیت ہے جو بڑی مالیت کی ہو اس لئے کہ عاقلہ اس لئے دیت دیتے ہیں کہ بیچارہ مفلس نہ ہو جائے اور یہ اسی صورت میں ہے کہ واجب الاداء کی مقدار کثیر ہو ، معمولی مقدار میں یہ اندیشہ نہیں پس یہ جانی کے مال پر ہے اور عاقلہ بری الذمہ ہے۔ احناف کے نزدیک کثیر سے مراد دیت کا وہ کم از کم حصہ ہے جس کی مقدار مقرر ہے اور یہ موضحہ یعنی سر کی کھال پھاڑ دینے کا ارش یعنی تاوان ہے(۷۴) جو کہ کامل دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ چنانچہ یہ کم از کم مقدار ہے جو عاقلہ پر واجب الاداء ہوگی اور اس سے کمتر خود جانی کی ذمہ داری ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرہ جنین عاقلہ پر لاگو کی اور یہ کامل دیت کا نصف عشر ہے۔ ابن عباسؓ سے موقوفاً و مرفوعاً مروی ہے کہ عاقلہ دیت عمد ، دیت عبد، مال مصالحت، دیت بربنائے اعتراف اور ارش موضحہ سے کمتر ادا نہ کرے گی ۔ اور ارش موضحہ ، دیت کا نصف عشر ہے (۷۵) ۔ اکثر فقہاء کے نزدیک کثیر اور قلیل کو معلوم کرنیکا ضابطہ دیت کا ثلث ہے پس اس سے کمتر کا ذمہ دار خود خطا کار ہے۔ ثلث کے بارے میں اختلاف ہے۔ زہری نے کہا ہے کہ یہ عاقلہ پر نہیں جمہور نے کہا ہے کہ ایک تہائی کثیر مقدار ہے لہذا عاقلہ اس کا ذمہ دار ہے ان کی دلیل حضرت عمرؓ کا حکم ہے کہ عاقلہ ارش مأمومہ یا ارش آمہ یعنی بھیجا زخمی کر دینے کے تاوان سے کم ادا نہ کرے ۔ یہ اس لئے کہ ضمان کا دراصل ذمہ دار خود ضرر رسان ہے پس یہ کم از کم مقدار وہی برداشت کرے لیکن اس سے زائد مقدار

میں اس کی تباہ حالی ہے پس وہ عاقلہ پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,, الثلث کثیر ،، ثلث کثیر مقدار ہے، پس اس سے کم اتلاف کے بارے میں اصل قانون کے تحت ہوگی اور یہ حدیث زہری پر حجت ہے (۷۶)۔

مالکیہ نے اس کی مزید تحدید کر دی کہ ایک ثلث وہ معتبر ہے جو خطا کار اور مضروب یا مقتول کی دیتوں میں سے کمتر دیت کا ثلث ہو پس اگر کسی مسلمان نے غلطی سے کسی مجوسی یا مجوسیہ کو قتل کر دیا یا ایسا زخم لگا دیا کہ تاوان اس کا ثلث دیت کے مساوی ہے تو عاقلہ خطا کار اس کو ادا کرے گا اگرچہ اس کی مقدار مسلمان خطا کار کی دیت کے ثلث سے کمتر ہو۔ یہ اس لئے کہ مالکیہ کے نزدیک مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے خمس کا تہائی ہے ($\frac{1}{5} \times \frac{1}{3} = \frac{1}{15}$) اور مجوسیہ کی دیت اس سے بھی آدھی ہے۔ اس کے برعکس اگر مجوسی مسلمان پر جنایت کرے جس کا تاوان مسلمان کی دیت کے تہائی سے کمتر ہے تو اس کی ادائیگی مجوسی کے عاقلہ پر ہوگی بشرطیکہ یہ مجوسی کی دیت کے تہائی کے برابر یا اس سے زائد ہو اگرچہ یہ مضروب کی دیت کا تہائی نہیں (۷۷)۔

حنابلہ غیر مسلم کی دیت کو معیار قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک اس مقصد کیلئے آزاد مسلمان مرد کی دیت معیار ہے، پس اگر عورت کو ایسا زخم لگایا جس کا ارش مرد مسلمان کی دیت کا ثلث ہو مثلاً عورت کی ناک کا تاوان تو یہ عاقلہ پر ہے اس سے کمتر مثلاً عورت کے ہاتھ کا تاوان تو یہ عاقلہ پر نہیں اور کتابی کی دیت میں بھی یہی حکم ہے (۷۸)۔ اسی قاعدہ کی بنیاد پر حنابلہ کے نزدیک مجوسی کی دیت عاقلہ پر نہیں کہ وہ مسلمان کی دیت کے ثلث سے کمتر ہے اسی طرح اس جنین کی دیت جو تنہہ بہ تنہہ تنہا اپنی ماں کی موت سے پہلے مر گیا (۷۹)۔

اس صورت میں کہ ایک جنایت کی بنا پر متعدد عاقلہ پر دیت واجب ہوئی تو مالکیہ کے نزدیک ہر ایک عاقلہ اپنے حصہ کی دیت برداشت کرے گا۔ مثلاً دس مختلف قبیلوں کے افراد نے غلطی سے ایک آدمی کو مار دیا تو ہر ایک عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ ہے (۸۰)۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک اعتبار اس کا ہے کہ ایک جنایت کی بنا پر مراصل کل واجب الاداء کی مقدار کیا ہے نہ یہ کہ ہر خطا کار کے حصہ میں کیا آیا۔ اگر مجموعی طور پر دیت کا ثلث واجب ہوا ہے یا اس سے زیادہ تو یہ ہر ایک مجرم کے عاقلہ پر ہے قطع نظر اس کے کہ عاقلہ ایک ہے یا کتنی ہیں۔ اس رائے کی بنا پر اگر ایک جنایت سے متعدد تاوان واجب ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کی مقدار ثلث دیت سے کم مگر مجموعی مقدار زیادہ ہے تو یہ عاقلہ ادا کرے گا۔ اس کے برعکس کئی مستقل جنایات ہوں تو ثلث دیت سے کمتر عاقلہ پر نہ ہوگی اگرچہ مجموعی طور پر واجب الاداء کی مقدار ثلث دیت کے مساوی یا اس سے متجاوز ہو اس لئے کہ وہ متعدد جنایات کا بوجھ اٹھا رہا ہے نہ کہ ایک کا۔

عاقلہ خود کشی و خود زدگی کی ذمہ دار نہیں :

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کسی نے خود کشی کی یا جان بوجھ کر اپنی جان کو زخمی کیا تو عاقلہ پر کچھ نہیں۔ اس صورت میں کہ وہ اپنے ہاتھوں غلطی سے مر گیا یا زخمی ہوا تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس کی جنایت رائیگاں ہے اور عاقلہ پر کوئی شئ نہیں۔ یہ مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور ثوری کا مذہب ہے اور مذہب احمد میں بھی درست ترین قول یہی ہے۔ یہ اس لئے کہ عامر بن الاکوع جنگ خیبر میں مرحب کو للکار رہا تھا کہ غلطی سے اس کی تلوار اس کے اپنے پیٹ میں گھس گئی اور اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے دیت وغیرہ کا کوئی فیصلہ کیا ہو۔ نیز یہ کہ یہ جنایت اپنے آپ پر ہے۔ پس جنایت عمد

کی طرح کوئی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں اور اس لئے بھی کہ عاقلہ پر دیت کا وجوب بربنائے تخفیف و مواساۃ ہے اور اس صورت میں جب اس پر کچھ واجب نہیں تو تخفیف و مواساۃ کیسی (۸۱) ۔

تاہم اوزاعی اور اسحاق کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی غلطی سے اپنے ہاتھوں مر جائے یا ایسا زخمی ہو جائے کہ اس زخم کا تاوان ثلث دیت کے مساوی ہو تو اس کی ادائیگی عاقلہ پر واجب ہے ، مذہب احمد میں بھی ایک قول یہی ہے۔ اس رائے کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص گدھا ہانک رہا تھا ، اس نے لاٹھی سے گدھے کو جو مارا تو لاٹھی کا ایک ٹکڑا اڑ کر اس کی آنکھ میں لگا جس سے اس کی آنکھ نکل گئی ۔ حضرت عمرؓ نے اس کی دیت اس کے عاقلہ پر عائد کی اور کہا یہ ہاتھ مسلمانوں کا ہاتھ ہے پر کسی ہاتھ نے اس پر دست درازی نہیں کی ۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی ۔ نیز یہ کہ اپنے ہاتھوں مجروح یا قتل ہونا اگر غلطی سے ہو تو جنایت خطأ ہے پس دیت عاقلہ پر ہے۔ بہرحال عملی طور پر عاقلہ پر کچھ واجب نہ ہوا اس لئے کہ وہی اس کے وارث ہیں ، ایک شخص پر اپنے لئے کچھ واجب نہیں ہوتا ، البتہ یہ ہوگا کہ جس کے حصہ سے واجب الاداء زیادہ ہے وہ باقی ادا کر دے اور اگر کم ہے تو مابقی لے لے (۸۲) ۔

عاقلہ پر واجب دیت کی سالانہ اقساط میں ادائیگی :

فقہاء کا اتفاق ہے کہ دیت کی جو مقدار عاقلہ پر واجب ہوتی ہے وہ تین سالوں پر تقسیم کی جائے گی۔ اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں ہے لیکن یہ صحابہؓ کا عمل ہے ۔ روایت ہے کہ عمرؓ اور علیؓ نے یہ فیصلہ کیا اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی اور علماء کا اسی پر عمل رہا ہے (۸۳) ۔ قرطبی نے حکایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیت کی یکمشت ادائیگی کرتے تھے جس کی چند وجوہ تھیں ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ از روئے صلح و انسداد ایسا کرتے

تھے ، ایک اور وجہ یہ ہے کہ تألیف قلب کے طور پر ایسا کرتے تھے ۔ لیکن جب اسلامی نظام نافذ ہو گیا تو صحابہؓ نے اقساط میں ادائیگی کا طریقہ رائج کیا (۸۴) ۔ فقہاء اس کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ یہ مال ہمدردی کے طور پر اور علی سبیل المواساۃ واجب ہوا ہے پس زکوۃ کی طرح اس کی فی الحال ادائیگی واجب نہیں ۔ دیت میں یہ ہے کہ جو عاقلہ پر ہے وہ مؤجل ہے اور جو عاقلہ پر نہیں وہ معجل ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ تلف کا بدل ہوئی جس کی ادائیگی فی الحال واجب ہے ۔ (۸۵) ۔

متفق رائےیہ ہے کہ جب واجب کامل دیت ہو، یعنی آزاد مرد مسلمان کی دیت، تو اس کو تین سالوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ ہر سال ایک تہائی قسط ، خواہ یہ جان کی دیت ہو یا اجزاء و اعضائے جان کی ۔ اس صورت میں کہ ناتمام دیت واجب ہوئی ہو تو اس کی تفصیل یوں ہے۔ جمہور کے نزدیک اگر ماوجب ثلث دیت ہے تو ایک سال کے اندر اندر کل واجب الاداء ادا کرنا ہوگا ۔ اگر نصف دیت ہے تو پہلے سال ثلث اور مابقی سال دوم کے اختتام تک ۔ اگر ماوجب ثلث دیت سے متجاوز ہے تو اس کے دو حصے پہلے دو سالوں کے آخر تک اور مابقی تیسرے سال کے آخر تک (۸٦) ۔ البتہ دیت ناقصہ یعنی عورت کی دیت اور بعض کے نزدیک کتابی کی دیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء اس کو بھی اپنی نوعیت کی کامل دیت سمجھتے ہیں پس وہ اس کو تین سالوں پر تقسیم کرتے ہیں ، ہر سال ایک ثلث واجب الاداء ہوگا اور بعض فقہاء نے اسے اعضائے جسم کے ارش کا حکم دیا ہے یعنی اول سال دیت کاملہ کے ثلث کا مساوی واجب الاداء ہے اور مابقی دوسرے سال (۸۷) ۔

اس صورت میں کہ جنایت ایک اور عاقلہ کئی ہوں مثلاً دس اشخاص سے ایک قتل سرزد ہوا تو بالمجموع ایک دیت واجب ہوئی اور ہر عاقلہ اس کا دسواں حصہ برداشت کرے گا جو تین سال کے

عرصه میں واجب الاداء ہے گویا کل دیت کی تأجیل کا اثر اس کے تمام اجزاء پر پڑے گا لہذا اس صورت میں مین متفق رائے یہ ہے کہ بالاقساط ادائیگی ہو قطع نظر اس کے کہ اس کی مقدار کیا ہے (۸۸) ـ

اس صورت میں کہ متعدد جنایات کی بنا پر ایک عاقلہ پر کئی دیتیں لاگو ہو جائیں تو ہر دیت تین سالوں پر تقسیم کی جائے ـ اس کا معنی یہ ہوا کہ ہر سال کے آخر تک ہر ایک دیت کی قسط ادا کی جائے اور اس صورت حال میں اس کا اعتبار نہیں کہ خطا کار ایک هیں یا کئی اور متضرر ایک ہے یا کئی ـ

اس صورت میں کہ ایک ھی جنایت کی بنا پر ایک ھی عاقلہ پر کئی دیتیں لاگو ہو جائیں قطع نظر اس سے کہ متضرر ایک ہے یا کئی مثلاً ایک شخص نے ضرب واحد سے کسی کی گویائی ، سماعت ، اور بینائی کو متاثر کر دیا یا ایک تیر چلایا اور دو بندے مر گئے تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سب دیتیں ، فی دیت ثلث سالانہ کے حساب سے ، تین سالوں کے اندر اندر ادا ہو جانی چاھئیں یا یہ کہ صرف ایک دیت کا ثلث ایک سال میں دیا جائے ـ المہذب کی شرح تکملة المجموع میں ہے ـ کہ ہمارے عراقی اصحاب کے نزدیک اگر ایک سے زیادہ دیتیں واجب هیں اور متضرر اشخاص کئی هیں تو ہر ایک مجنی علیہ کیلئے دیت کا ثلث سال کے اختتام تک دینا ہوگا جبکہ ہمارے خراسانی اصحاب کی اس میں دو رائے هیں ایک وهی جو بیان ہوئی اور دوسری یہ کہ کسی ایک مجنی علیہ کیلئے دیت کا ثلث سال کے آخر تک واجب الاداء ہے ـ اس صورت میں کہ شخص متضرر ایک ہے اور اسی کیلئے دو دیتیں بیک وقت واجب الاداء هیں یعنی اس کے ہاتھ بھی کاٹ ڈالے اور پیر بھی تو عاقلہ اس کو چھ سالوں میں ادا کرے گا ـ ثلث دیت سالانہ کے حساب سے ، یہ ہمارے عراقی اصحاب کی رائے ہے ـ خراسانیوں کی اس میں دو رائے هیں ایک وهی جو بیان ہوئی دوسری یہ کہ ہر دو دیتیں تین سال کے اندر واجب

الاداء ھیں (۸۹) ۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اس مسئلہ میں دو رائے ھیں ، ایک رائے کی رو سے وحدۃ جنایت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ماوجب خواہ ایک دیت ہو یا کئی دیتیں ہوں تین سال کے اندر ، سالانہ اقساط کے حساب سے ، واجب الاداء ہے اور دوسری رائے کی رو سے سالانہ قسط کسی حال میں ثلث دیت سے زیادہ نہ ہو اس لئے کہ ثلث دیت وہ زیادہ سے مقدار ہے جس کی ایک عاقلہ ایک سال میں ، ایک ھی جنایت میں ، متحمل ہو سکتی ہے ۔

تین سال کے عرصہ کی ابتداء کس تاریخ سے ہوگی ، خطا سرزد ہونے کی تاریخ سے ؟ یا موت کے واقع ہونے کی تاریخ سے ؟ یا فیصلہ سنائے جانے کی تاریخ سے ؟ اس کے بارے میں اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔ حنابلہ کہتے ھیں کہ تین سال کے عرصہ کا شمار تاریخ وجوب سے ہوگا ۔ جیسا کہ قرض اور ادھار کی تاریخ ابتداء کا شمار ہوتا ہے ، اور تاریخ وجوب وہ ہے جو سبب وجوب کی تاریخ ہے ، پس اگر دیت جان کی ہے تو اس تاریخ سے ابتداء ہوگی جس تاریخ کو مضروب مر گیا خواہ فی الفور مر گیا یا زخم نے سرایت کی اور بدیر مرا ، اور اگر زخمی کیا ہے تو پھر متفرق تاریخیں ہوں گی ۔ چنانچہ اگر زخم نے سرایت نہیں کیا مثلاً ھاتھ کاٹا اور زخم بغیر سرایت کیئے مندمل ہو گیا تو ابتداء اس تاریخ سے ہوگی جس تاریخ کو ھاتھ کاٹا ، لیکن اگر زخم سرایت کرنے والا ہے مثلاً انگلی کاٹی اور زخم سرایت کرکے اس کی ہتھیلی تک پہنچ گیا پھر مندمل ہوا تو مدت کا شمار تاریخ اندمال سے ہوگا ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہرحال زخم کے اندمال سے تاریخ کی ابتداء ہوگی (۹۰) ۔ اس مسئلہ میں شافعیہ کا مذہب حنبلی مذہب کے قریب تر ہے (۹۱) ۔

احناف اور مالکیہ کہتے ھیں کہ دیت کا وجوب قضائے قاضی سے ہوتا ہے نہ کہ ارتکاب جریمہ اور استقرار جراحت سے (۹۲) ۔ فتح القدیر میں اس کی یہ علت بیان کی گئی ہے کہ از روئے نص بدل تلف

اس کا مثل ہے اور جان کی مثل جان ہے لیکن جب معاملہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور جان کا بدلہ جان پر عمل نہ ہو سکا کہ خطأً میں سزا معاف ہے تو قضائے قاضی سے حق مال کی صورت میں بدل گیا پس مدت کی ابتداء قضائے قاضی کی تاریخ سے ہوگی (۹۲)۔

فی کس واجب الاداء کی مقدار :

قاعدہ یہ ہے کہ عاقلہ پر دیت بایں طور تقسیم ہو کہ فی کس ناقابل برداشت مالی بوجھ نہ پڑے اس لئے کہ عاقلہ کی شمولیت اسی بھاری بوجھ کی تخفیف کی غرض سے ہے چہ جائیکہ خود عاقلہ پر مشقت ڈال دی دی جائے اور اسے سخت زیر بار کیا جائے اور اگر یہی مقصود شریعت تھا تو پھر خود خطا کار اس کا زیادہ حق دار تھا (۹۳)۔ اس قاعدہ کے مسلم ہونے کے باوجود اس میں اختلاف ہے کہ فی کس ذمہ داری کیا ہے ؟ اور کیا کوئی فی کس مقدار مقرر ہے ؟ اگر ہے تو کیا ہے ؟ اور کیا سب پر برابر ذمہ داری ہے یا مالداری کے اعتبار سے ذمہ داری میں کمی بیشی ہے۔

مذہب احمد یہ ہے کہ ذمہ داری حسب استطاعت ہے اس لئے کہ فی کس حصہ شرعاً مقرر نہیں اور نہ ھی اس کو شرعی حیثیت دی جا سکتی ہے لہذا یہ قاضی کے صواب دید پر منحصر ہے کہ حسب حال فی کس مقدار مقرر کرے اور ہر ایک کے ذمہ اتنا مالی بوجھ ڈالے جسے وہ بسہولت برداشت کر سکے۔ احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ زیادہ مالدار پر نصف دینار ہے کہ یہ مال کی کم از کم مقدار ہے جس کا زکوۃ میں اعتبار ہے اور متوسط پر چوتھائی دینار ہے کہ اس سے کم مقدار کی کوئی وقعت نہیں نہ ھی اس کی چوری پر قطع ید ہے اور فقیر بری الذمہ ہے کہ اس کیلئے معمولی مقدار بھی ناقابل برداشت ہے (۹۵)۔

اس مسئلہ میں مذہب شافعی مذہب احمد کے قول ثانی کے موافق ہے یعنی خوشحال پر نصف دینار اور متوسط پر ربع دینار۔ فقیر پر ذمہ

داری اس لئے نہیں کہ وہ اہل مواساۃ سے نہیں اور اسے ادائیگی کا زیر بار کرنا خطا کار سے ضرر اٹھا کر اس پر ڈال دینا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ازالہ ضرر ضرر سے نہیں ہوتا (۹۶) ۔

فی کس نصف دینار اور ربع دینار مقرر کرنے والوں کے درمیان مزید اختلاف یہ ہے کہ آیا یہ سالانہ قسط ہے یا کل واجب الاداء ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ مقدار سالانہ قسط ہے اور زکوۃ کی طرح ہر سال تین سال تک اس کی ادائیگی واجب ہے ، دوسری رائے یہ ہے کہ یہ مقرر مقدار متکرر نہیں ہے بلکہ کل واجب الاداء ہے جو اس نے تین سالانہ قسطوں میں ادا کرنی ہے اس لئے کہ کسی پر اس سے زیادہ بوجھ لادنا اس کی کمر توڑنا ہے (۹۷) ۔

اس صورت میں کہ افراد عاقلہ کی تعداد ایک بڑی تعداد ہو تو پھر مذہب احمد میں فی کس تقسیم کے بارے میں دو قول ہیں ، ایک یہ کہ دیت سب پر تقسیم کر دی جائے اور قاضی ہر ایک کو اس کے تحمل کا پابند کرے اگرچہ فی کس اس کی مقدار بہت قلیل ہو ، دوسرا یہ کہ متوسط پر خوشحال کا نصف لاگو ہوگا اور اس حساب سے تمام افراد عاقلہ کو شامل کیا جائے (۹۸) ۔ مذہب شافعی میں بھی اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ متوسط پر خوشحال کا نصف ہے بشمول عام افراد عاقلہ ، دوسرا یہ کہ قاضی کی صوابدید پر ہے کہ ہر ایک پر کم از کم اتنا مقرر کرے جو بہت تھوڑا نہ ہو اس لئے کہ اگر ہر ایک پر ایک قیراط آئے تو پھر اس کو جمع کرنا بھی آسان کام نہیں ہے (۹۹) ۔

اس صورت میں کہ عاقلہ قلیل ہوں اور دیت کی مقدار ان کی تعداد سے متجاوز ہو تو مذہب احمد میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ باقی بیت المال پر ہے ، دوسری یہ کہ باقی بیت المال پر نہیں اور خطا کار پر بھی نہیں اس لئے کہ دیت ابتداءً عاقلہ پر واجب ہے لیکن ایک قول کی رو سے باقی جانی پر ہے تاکہ خون مقتول رائیگاں نہ

جائے اور عاقلہ کی عدم موجودگی میں اس پر ایجاب دیت کا حکم کالعدم ہے۔ نیز یہ کہ عاقلہ کو تحمل دیت کا ابتداءً ذمہ دار ٹھہرانا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ درست ہے تو اس شرط کے ساتھ کہ عاقلہ موجود ہو اور اس کی برداشت کیلئے ان کی تعداد کافی ہو پس اگر عاقلہ موجود نہ ہوں یا ان کی تعداد ناکافی ہو تو دیت یا باقی ماندہ دیت کو ان کے ذمہ واجب قرار نہیں دیا جا سکتا (١٠٠) ۔ اس مسئلہ میں شافعی کا مذہب بھی یہی ہے (١٠١) ۔

مذہب مالک یہ ہے کہ عاقلہ کے فی کس پر عائد دیت کی مقدار متعین نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ایک حسب استطاعت ذمہ داری اٹھائے ۔ لیکن ضابطہ کے طور پر مالکی فقہاء نے عاقلہ کی کم از کم تعداد نو سو اور بعض نے ایک ہزار سے زائد مقرر کی ہے۔ اگر عاقلہ کے افراد کی تعداد اس سے کم ہو تو قریب ترین شہر کے لوگوں کو شامل کر لیا جائے یہاں تک کہ تعداد پوری ہو جائے ۔ اگر باقی افراد نہ مل سکیں تو ان پر دیت علی الحساب تقسیم کی جائے اور مابقی بیت المال سے لیا جائے ۔ اگر عاقلہ کی تعداد عدد مقرر سے زیادہ ہو اور سب کا درجہ مساوی ہو تو ان سب پر دیت تقسیم کی جائے گی اور ہر شخص اپنے حصہ کا ماوجب ادا کرے گا (١٠٢) ۔

احناف کے نزدیک فی کس ذمہ داری تین درہم یا چار درہم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ یہ کل فی کس واجب ہے اس کو پھر تین سالوں پر تقسیم کیا جائے گا پس ہر سال ایک درہم یا سوا درہم واجب الاداء ہوگا ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر سال فی کس تین یا چار درہم وصول کئے جائیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے (١٠٣) ۔ اس صورت میں کہ عاقلہ کی تعداد کثیر ہو فی کس واجب الاداء کی مقدار اس سے بھی کمتر ہو سکتی ہے۔ اگر ان کی تعداد کم ہو اور فی کس تین یا چار درہم عائد کرنے سے دیت کی پوری مقدار وصول نہ ہو

سکتی ہو تو ان کے قریب ترین قبائل کو اس میں شریک کر لیا جائے خواہ وہ اہل دیوان میں ہوں یا اہل دیوان سے نہ ہوں (۱۰۳) ۔

حواشی

۱ ۔ شیخ محمود شلتوت ، الاسلام عقیدۃ و شریعۃ ، ۱۹۷۲ء ۔ دارالشرق ص ۵۰۲ ۔ ۵۰۳

۲ ۔ شاطبی ، الموافقات ج ۳ ص ۲۸۵ ۔ ۲۸۶

۳ ۔ ابن حزم ، المحلی ج ۱۱ ، ص ۵۳

۴ ۔ شوکانی ، نیل الاوطار ج ۷ ، ص ۸۶

۵ ۔ منکرین عاقلہ کے دلائل کیلئے ملاحظہ ہو رضی کی المبسوط ج ۲۶ ، ص ۱۸۸۵

۶ ۔ دیکھیئے قرطبی ، الجامع لاحکام القرآن ، طبعۃ دارالشعب ، ص ۱۸۸۵

۷ ۔ ملاحظہ ہو ابن قدامہ ، المغنی ج ۹ ، ص ۴۹۷ ، شوکانی ، ایضاً ص ۸۶ ، قرطبی ، ایضاً ص ۱۸۸۵ ، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۳۰۲ ، بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳۶۶۶ ، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ج ۷ ، ص ۴۷

۸ ۔ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۲۵

۹ ۔ بدایۃ المجتہد ج ۲ ، ۴۹۲

۱۰ ۔ المغنی ج ۹ ، ص ۴۸۸ ۔ ۴۸۹

۱۱ ۔ المحلی ج ۱۱ ، ص ۵۵ ۔ ۵۶

۱۲ ۔ نیل الاوطار ، ج ۷ ، ص ۸۶

۱۳ ۔ یہ رائے قرطبی کی ہے ص ۱۸۸۵ ، رضی کی ہے المبسوط ج ۲۶ ، ص ۶ ، کاسانی کی ہے بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳۶۶۶ اور شیخ محمود شلتوت کی ہے ص ۳۳۵

۱۴ ۔ المبسوط ج ۲۹ ، ص ۶۶ ، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۴۰۲ ، حاشیہ ابن عابدین ج ۶ ، ص ۳۶۱

۱۵ ۔ بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳۶۶۶

۱۶ ۔ بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳۶۶۷ ، ۳۶۶۸ ، المبسوط ج ۲۷ ص ۱۲۵ ۔ ۱۳۲ ، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۴۰۲ ۔ ۳۰۵ ، حاشیہ ابن عابدین ج ۶ ، ص ۶۴۰ ۔

۱۷ ۔ ابن رشد ، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ج ۲ ص ۴۱۳ ، الخرشی علی مختصر الخلیل ج ۸ ، ص ۳۵ ۔ ۳۶ ، حاشیۃ الدسوقی ج ۴ ، ص ۲۸۲ ، ۲۸۳ .

۱۸ ۔ شیرازی ، المہذب ج ۲ ، ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۳

۱۹ ۔ ابن قدامہ ، المغنی ج ۹ ، ص ۵۱۵ ۔ ۵۲۵

۲۰ ۔ ابن حزم ، المحلی ج ۱۱ ، ص ۵۹

۲۱ ۔ نیل الاوطار ج ۷ ، ص ۸۶

۲۲ ۔ حاشیہ الدسوقی ج ۴ ، ص ۲۸۴

۲۳ ۔ ابن حزم نے اس روایت کے اسناد پر تحقیق کی ہے اور اس کے نادرست ہونے کے دلائل دیئے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف اس کی نسبت کی کوئی اصل نہیں ۔

المحلی ج ۱۱، ص ۵۷ ـ ۵۸ .
۲۳ ـ ابن قدامہ ، المغنی ج ۳، ص ۲۸۳
۲۵ ـ المبسوط ج ۲۷، ص ۱۲۶، بدائع الصنائع ج ۱۰، ص ۶۶۷، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۳۰۳، حاشیۃ ابن عابدین ج ۶، ص ۶۳۲
۲۶ ـ المبسوط ج ۲۷، ص ۱۲۶، فتح القدیر ج ۸، ص ۳۰۳
۲۷ ـ حاشیۃ ابن عابدین ج ۶، ص ۳۶۱، الخرشی ج ۸ ، ص ۳۵، حاشیۃ الدسوقی ج ۴ ، ص ۲۸۳
۲۸ ـ حاشیۃ ابن عابدین ج ۶ ، ۶۳۲
۲۹ ـ ایضـاً ، ۳۶۱
۳۰ ـ حاشیۃ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳، نیز ملاحظہ ہو خرشی کے حاشیہ پر حاشیۃ العدوی ج ۸ ، ص ۶۳۱
۳۱ ـ حاشیۃ ابن عابدین ج ۸، ص ۶۳۹
۳۲ ـ ابن قدامہ ج ۸ ، ص ۵۱۶
۳۳ ـ صحیح مسلم
۳۴ ـ الشیرازی ، المہذب ج ۲ ، ص ۲۱۲، ابن قدامہ ، المغنی ج ۹ ، ص ۵۱۵ ـ ۵۱۶
۳۵ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۱۶
۳۶ ـ المحلی ج ۱۱، ص ۵۹
۳۷ ـ الخرشی ج ۸، ص ۳۵ ، حاشیۃ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳، الشیرازی ، المہذب ج ۲ ، ص ۲۱۳
۳۸ ـ المہذب ج ۲ ، ص ۲۱۳
۳۹ ـ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۲۸
۴۰ ـ حاشیۃ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳، المبسوط ج ۲۷، ص ۱۲۸، التکملۃ الثانیۃ من المجموع شرح المہذب ج ۱۷، ص ۳۸۷
۴۱ ـ المبسوط ایضاً ـ زرقانی کی رائے یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اوپر واجب دیت ادا کرے گا ، بوجہ اتلاف ، حاشیہ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳
۴۲ ـ المبسوط ایضاً
۴۳ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۲۳ـ ۵۲۴، المہذب ج ۲، ص ۲۱۳
۴۴ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۲۳، المہذب ج ۲، ص ۲۱۳، حاشیۃ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳
۴۵ ـ المغنی ایضاً ـ
۴۶ ـ حاشیۃ الدسوقی ج ۳ ، ص ۲۸۳
۴۷ ـ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۳۳ ، فتح القدیر ج ۸، ص ۳۰۹ـ ۳۱۰ ، المہذب ج ۲، ص ۲۱۳
۴۸ ـ شیخ محمد ابو زہرہ ، نظریۃ العقد ، ص ۶۶۲، المغنی ج ۹ ، ص ۵۱۸
۴۹ ـ حاشیۃ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳ ـ ۲۸۵
۵۰ ـ المہذب ج ۲ ، ص ۲۱۳
۵۱ ـ حاشیۃ الدسوقی ج ۳ ، ص ۲۸۴ ـ ۲۸۵
۵۲ ـ المبسوط
۵۳ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۱۲۸
۵۴ ـ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۲۶، بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳۶۶۶ ـ ۳۶۶۷
۵۵ ـ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۳۳ ، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۳۰۹ ، حاشیۃ الدسوقی ج ۳، ص ۲۸۳،

المغنی ج ۹ ، ص ۵۰۷

۵٦ ـ جس کے عاقلہ ہوں لیکن معدوم ہو گئے ہوں اس کا حکم بھی سائبہ کا حکم ہے۔

۵۷ ـ بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ۳٦٦۸ ، ابن عابدین نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں خوارزم کے علاقہ جات میں خاندانی گٹھ جوڑ کمزور ہو گئے ہیں ، باہمی امداد کا جذبہ ختم اور بیت المال منہدم ہے لہذا دیت جانی پر ہے۔ حاشیۃ ابن عابدین ج ٦، ص ٦۴۵

۵۸ ـ الخرشی ج ۸ ، ص ۳٦

۵۹ ـ المہذب ، ج ۲ ، ص ۲۱۲ ـ ۲۱۳

٦۰ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۲۴ ـ ۵۲٦

٦۱ ـ المحلی ج ۱۱، ص ۵۹

٦۲ ـ ابن منذر ، الاجماع ، تحقیق د. عبد المنعم فؤاد ـ قطر ـ ص ۱۲۰ ـ اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ امام اور قاضی کے حکم اور فیصلہ میں خطأ کے علاوہ دیگر خطأ کی دیت عاقلہ پر ہے۔ جہاں تک خطأ اجتہاد کا تعلق ہے تو مذہب احمد و شافعی میں اس بارے میں دو رائے ہیں ، ایک یہ کہ دیت عاقلہ پر واجب ہے۔ دوسری یہ کہ دیت بیت المال پر ہے۔ دیکھیئے المغنی ابن قدامہ ج ۹ ، ص ۵۱۰ ، شیرازی ، المہذب ج ۲ ص ۲۱۱

٦۳ ـ المغنی ج ۹، ص ۳۸۸ ـ ۳۸۹

٦۴ ـ فتح القدیر ج ۸، ص ۳۲۳، بدایۃ المجتہد ج ۲، ص ۳۱۲ ـ ۳۱۳، المغنی ج ۹ ، ص ۵۰۳

٦۵ ـ المغنی ج ۹، ص ۵۰۳، المہذب ج ۲ ، ص ۳۱۱ ـ ۳۱۳

٦٦ ـ جائفہ پیٹ یا پشت پر لگائے گئے اس زخم کو کہتے ہیں جو پیٹ کے اندر تک چلا جائے ، اس میں ثلث دیت ہے۔ آمہ سر پر لگایا گیا وہ زخم جو ام دماغ تک پہنچ جائے یہاں تک کہ بھیجے اور اس کے درمیان پتلی سی جھلی باقی رہے۔

٦۷ ـ الخرشی ج ۸، ص ۳۵، اس مسئلہ میں مالکیہ اصلی دیت اور دیت بدل میں فرق کرتے ہیں۔ دیت بدل وہ ہے جو قصاص سے معافی یا سقوط کے نتیجہ میں عائد ہوتی ہے مثلاً قتل کیا تھا اور ولی الدم نے قصاص معاف کر دیا یا کسی داہنی آنکھ سے کانے نے کسی کی آنکھ پھوڑ دی۔ یہ دیت عاقلہ پر عائد نہیں ہوتی ۔ اصلی دیت وہ دیت ہے جو زخموں میں دراصل واجب ہوتی ہے اور جہاں دراصل قصاص نہیں ہے مثلاً جائفہ ، آمہ اور ران توڑنا ، یہ دیت عاقلہ پر ہے۔ پس ان کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ جہاں قصاص واجب ہو اور کسی وجہ سے ساقط ہو کر اس کی جگہ دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہو وہ دیت عاقلہ پر نہیں ۔ لیکن جہاں قصاص نہ ہو صرف دیت ہو تو وہ دیت عاقلہ پر ہے۔

٦۸ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۰۳

٦۹ ـ رضی ، المبسوط ج ۲٦، ص ٦۵ و ج ۲۷ ، ص ۱۲۵، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۲۵۱ ـ ۲۵۲ و ص ۳۰۲ ـ ۳۰۳ ، المہذب ج ۲، ص ۲۱۱، المغنی ج ۹ ، ص ۳۲۷ ـ ۳۲۸ و ص ۳۸۹ و ص ۳۹۲

۷۰ ـ المغنی ج ۹، ص ۵۰۳ ، القرطبی ، احکام القرآن ، ص ۱۸۹۰ ، الخرشی و حاشیۃ العدوی ج ۸ ، ص ۴۴، حاشیۃ الدسوقی ج ۴، ص ۲۸۲، بدائع الصنائع ج ۱۰، ص ۳٦٦۵، المبسوط ج ۲۷، ص ۱۳۱ ، فتح القدیر ج ۴ ، ص ۴۱۳، حاشیۃ ابن عابدین ج ٦ ، ص ۳٦۱

۷۱ ـ کاسانی اور بعض احناف نے اس حکم کی یہ علت بیان کی ہے کہ عاقلہ اس کا تحمل کرتا ہے جو قتل کی وجہ سے واجب ہو ، اور وہ جو کسی اور وجہ سے واجب ہو نہ عاقلہ پر نہیں ، پس جو صلح سے واجب ہوا وہ صلح کی بنا پر ہے اور جو اقرار سے واجب ہوا وہ اقرار کی بنا پر

ہے نہ کہ قتل کی بنا پر۔ بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳٦٦٥

۷۲۔ المغنی ج ۹ ، ص ۵۰۵

۷۳۔ المجموع شرح المہذب (التکملة الثانیه) ج ۱۷، ص ۴۷۰ ، کتب مذہب شافعی کی رو سے قدیم قول میں دو رائے ہیں ، ایک یہ کہ عاقلہ پر کامل دیت ہے اور ثلث سے کمتر ان پر نہیں۔ تکملہ شرح المہذب ایضاً ، ص ۴۷۰

۷۴۔ ارش قتل سے کمتر ضرر رسانی کی دیت کو کہتے ہیں۔ موضحہ سر اور چہرے پر لگائے گئے زخموں کی ایک قسم ہے اور اس زخم کو کہتے ہیں جو ہڈی تک پہنچ جائے اس کو موضحہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہڈی کی سفیدی کو ظاہر کر دیتا ہے۔

۷۵۔ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۲۷ ـ ۱۲۸

۷٦۔ المغنی ج ۹ ص ۵۰۵ ـ ۵۰٦ ، القرطبی ایضاً ، ص ۱۸۹۰ ، المؤطا ص ۵۰۷

۷۷۔ حاشیة الدسوقی ج ۴ ، ص ۲۸۲ ، الخرشی ج ۸ ، ص ۴۵

۷۸۔ کتابی کی دیت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے ، مذہب شافعی میں یہ دیت مسلم کا ثلث ، مذہب احمد و مالک میں نصف اور مذہب ابوحنیفہ میں دیت مسلم کے مساوی ہے۔

۷۹۔ المغنی ج ۹ ، ص ۵۰۷

۸۰۔ حاشیة الدسوقی ج ۴ ، ص ۲۸۵ ـ ۲۸٦

۸۱۔ الموطأ ص ۵۰۷ ، بدایة المجتہد ج ۲، المہذب ج ۲ ، ص ۱۱ ، المغنی ج ۹ ص ۵۰۹۔ اگر یہ کسی دوسرے پر واجب ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا حکم عمد کا حکم ہے اس لئے کہ اس کیلئے کوئی عذر نہیں۔

۸۲۔ المغنی ج ۹ ، ص ۵۰۹

۸۳۔ المغنی ج ۹ ، ص ۴۹۷، خوارج میں سے ایک گروہ کا یہ قول بتایا گیا ہے کہ عاقلہ پر جو دیت واجب ہوتی ہے تو یہ تلف کے بدل کے طور پر ہوتی ہے ، ابن قدامہ نے اس کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ اس بارے میں کسی نے قابل اعتماد اختلاف کرنے والے کا اختلاف نقل نہیں کیا۔ حوالہ سابق ص ۴۹۲۔

۸۴۔ احکام القرآن ص ۱۸۹۰

۸۵۔ المغنی ج ۹ ، ص ۴۹۷

۸٦۔ اول رائے مذہب مالک کی ہے اور دوم مذہب ابوحنیفہ کی ، مذہب شافعی و احمد بن حنبل میں ہر دو آراء ہیں۔ ملاحظہ ہو الخرشی ج ۸ ، ص ۴۷، المغنی ج ۹ ، ص ۴۹۴ ، تکملة المجموع شرح المہذب ج ۱۷ ، ص ۴۷۸ ـ ۴۷۹

۸۷۔ بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳٦۷۰ ، فتح القدیر ج ۸ ، ص ۴۰۴ ، الخرشی ج ۸ ، ص ۴۷

۸۸۔ الخرشی ج ۸ ، ص ۴۸

۸۹۔ تکملة المجموع شرح المہذب ج ۱۷ ، ص ۴۷۸

۹۰۔ المغنی ج ۹ ، ص ۴۹۳

۹۱۔ تکملة المجموع شرح المہذب ج ۱۷ ، ص ۴۷۷ ـ ۴۷۸

۹۲۔ المبسوط ج ۲۷ ، ص ۱۳۱ ، ۱۳۲، الخرشی ج ۸ ، ص ۴۷ ، ہم نے مالکیہ کی وہ رائے بیان کی ہے جو ان کے مذہب میں مشہور ہے ، یہ قول بھی ہے کہ دیت کا وجوب قتل کی تاریخ کو ہوتا ہے نہ کہ اجرائے حکم کی تاریخ سے دیکھیئے حاشیة العدوی بحاشیة الخرشی۔

۹۳۔ فتح القدیر ج ۸ ، ص ۳۰۵ ـ ۳۰٦ ، کمال بن ہمام نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ

کہنا کہ قتل خطأً میں ضمان بالمثل ہے تو یہ بات از روئے نص ,, ومن قتل مؤمنا خطأً فتحریر رقبة ودیة مسلمة الی اهله ,, غلط ہے اگرچہ از روئے آیت کریمه ,, فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم ,, عام اصول یہی ہے مگر قتل خطأً کا قانون اس عام اصول سے مستثنیٰ ہے۔

۹۴ ـ المغنی ج ۹، ص ۵۲۰ ، حاشیة الدسوقی ج ۴، ص ۲۸۴، تکملة شرح المهذب ج ۱۷، ص ۳۹۱

۹۵ ـ المغنی ایضاً

۹٦ ـ تکمله ایضاً

۹۷ ـ المغنی ایضاً، تکملة شرح المهذب ج ۱۷، ص ۳۹۱ ـ ۳۹۲

۹۸ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۲۱

۹۹ ـ تکملة شرح المهذب ج ۱۷ ، ص ۳۸۹ ـ ۳۹۰

۱۰۰ ـ المغنی ج ۹ ، ص ۵۲۵ ـ ۵۲٦

۱۰۱ ـ تکملة شرح المهذب ج ۱۷، ص ۳۷۹ ـ ۳۸۰ ، ۳۹۳

۱۰۲ ـ حاشیة الدسوقی و تحشیة علیش ج ۴، ص ۲۸۴ ـ ۲۸٦ ، بدایة المجتهد ج ۲ ، ص ۳۱۳

۱۰۳ ـ دیکھیئے حاشیة ابن عابدین ج ٦ ؛ ص ٦۴۳

۱۰۴ ـ بدائع الصنائع ج ۱۰ ، ص ۳٦٦۸